خزینہ معارف

یعنی

مجموعہ نظم عارف

(۱) قصیدہ بردہ اردو۔
(۲) مینڈک اور شہزادی کا قصہ
(۳) آئینہ کشمیر۔
(۴) ذکر العارفین ترجمہ ورد السلمین
(۵) جوان بیٹے کو بڈھے باپ کی نصیحت
(۶) فضل خدا۔
(۷) شرابی اور اسکی بیوی۔
(۸) خیر مقدم۔
(۹) زاہد خشک۔
(۱۰) پیر مغان
(۱۱) یادِ حق
(۱۲) امید مغرب
(۱۳) تضمین وفد انصاری
(۱۴) خدا خود میر ساماں ہے، ہر اک بے برگ و ساماں کا
(۱۵) عروس دنیا۔
(۱۶) ترجمہ منظوم آیۃ الکرسی۔

مُصنّفہ

خان بہادر پیرزادہ محمد حسین صاحب۔ ایم۔ اے
سی۔ آئی۔ ای۔ سابق سشن جج (مرحوم)
مصنف عجائب الاسفار، مثنوی عقد گوہر، قصیدہ بردہ، حکایات لقمان، خوش کا پیالہ

جسکو

محمد نذیر حسین و حافظ محمد شریف حسین تاجران کتب دہلی
رحمانی پریس، دہلی میں طبع ہوا
(جملہ حقوق محفوظ) قیمت عمر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اس عارف بے معرفت کی مدت سے یہ آرزو تھی کہ مداحانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو کر ثواب دارین حاصل کروں لیکن حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ کیونکہ اس میدان میں بڑے بڑے شہسوار گر چکے ہیں اور قبولِ عام کا مرتبہ بہت ہی کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوا ہے

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

منجملہ متاخرین کے ایک صاحبِ قصیدہ بُردہ ہیں جو اس مضمون میں گویا قلم توڑ گئے ہیں۔ جو قبول اُنکے قصیدے کو درگاہ ایزدی اور جناب مصطفوی میں حاصل ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں صاحبِ قصیدہ امام ابو عبد اللہ شرف الدین محمد بن سعید البوصیری القاہری رحمۃ اللہ علیہ سببِ تالیف کی بابت یہ فرماتے ہیں۔ "مجھپر فالج گرا۔ نیچے کا دھڑ بالکل نکما ہو گیا۔ میں نے نیت کی کہ نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک قصیدہ نظم کروں۔ چنانچہ جب اس قصیدے کی نظم سے فارغ ہوا تو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے بدن پر نہایت شفقت سے دست مبارک پھیر رہے ہیں۔ صبح کو اُٹھا تو بالکل صحیح و سالم تھا۔ نماز کے لیئے گھر سے باہر نکلا تو دروازے پر ایک درویش کھڑا دیکھا۔ اُس نے مجھ سے کہا۔ جو قصیدہ تم نے نعت میں

تصنیف کیا ہی ہمیں بھی سناؤ۔ میں نے کہا کون سا قصیدہ؟ میں نے تو اپنی تمام عمر نعت گوئی کے لیئے وقف کی ہوئی ہی۔ درویش نے کہا وہ قصیدہ جس کا اول شعر یہ ہی ؎

امن تذکر جیران بذی سلم   مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

مَیں بہت متعجب ہوا کہ میں نے تو اب تک اِس قصیدے کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا تھا۔ اِسکو کس طرح خبر ہو گئی۔ درویش نے کہا۔ کل رات کو یہ قصیدہ جناب مصطفویؐ میں پڑھا گیا تھا۔ اور آپ سُن کر بہت محظوظ ہوئے تھے۔ میں نے اُس درویش کو اُس قصیدے کی ایک نقل دیدی۔ اور وہ چلا گیا۔ یہ خبر رفتہ رفتہ تمام شہر قاہرہ میں مشہور ہو گئی۔ بہاء الدین وزیر ملک ظاہر نے جب یہ حال سُنا تو مجھے بلا بھیجا۔ اور ایک عالیشان محفلِ میلاد منعقد کر کے مجھ سے قصیدے کو سُنا۔ اور خود برہنہ سر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اسکے بعد اُسکا ہمیشہ یہ دستور رہا۔ جب کبھی اُسکو کوئی مشکل لاحق ہوتی تھی اِسیطرح محفل کر کے سر برہنہ کھڑا ہو کر اِس قصیدے کو سُنا کرتا تھا۔ خداوند تعالیٰ اُسکی مشکل کو حل کر دیتا تھا۔ جب سعد الدین فارقی کو ملک ظاہر نے اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور وہ ایک بار بیماری چشم سے بہت ناچار ہوا۔ اُس سے خواب میں کسی نے کہا کہ وزیر بہاء الدین کے پاس جا۔ اور اُس سے بُردہ لیکر آنکھوں پر رکھ۔ اِن شاءَ اللہ تیری شکایت رفع ہو جائے گی۔ سعد الدین نے آکر بہاء الدین سے یہ تمام قصہ بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ میرے پاس ایسی کوئی شئے نہیں جسکا نام بُردہ ہو۔ لیکن میرے پاس ایک قصیدہ ہی جسکو میں مشکل کے مواقع پر محفل کر کے پڑھوایا کرتا ہوں۔ اُس نے وزیر سعد الدین کو وہ قصیدہ دے دیا۔ وزیر نے قصیدے کو اپنی آنکھوں پر رکھا۔ اور خدا کے حکم سے اُسکو فوراً اصاف نظر آنے لگا۔ اُس روز سے اِس قصیدے کا نام بُردہ مشہور ہو گیا۔ بُردہ بالضم۔ خط دار چادر کو کہتے ہیں۔ ممکن ہی کہ مضامین مختلفہ ہونیکے باعث سے قائل نے اسکو بردہ کہا ہو۔ لیکن اغلب ہی کہ بالفتح ہو اور بَرَدَ سے مشتق ہو۔ بَرَد ہوا سے ٹھنڈا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور حکایتِ بالا سے اِس وجہ تسمیہ کی تائید بھی ہوتی ہی۔ قبول جناب مصطفویؐ کے لیئے یہ شہادت کافی ہے

قبولِ ایزدی کا یہ حال ہے کہ سات سو سال سے مصر و عرب و شام و مغرب کے ملکوں میں اس قصیدے کو وہاں کے مسلمان ہر روز محفل کرکے بعد نماز عشاء کے سوز و گداز کے ساتھ پڑھتے اور سنتے ہیں۔ ہندوستان اور فارس میں بھی خوشنویس نہایت اہتمام کے ساتھ اسکو لکھا کرتے تھے۔ اور اہل اللہ بطور عمل کے بھی اسکی اجازت دیا کرتے تھے۔

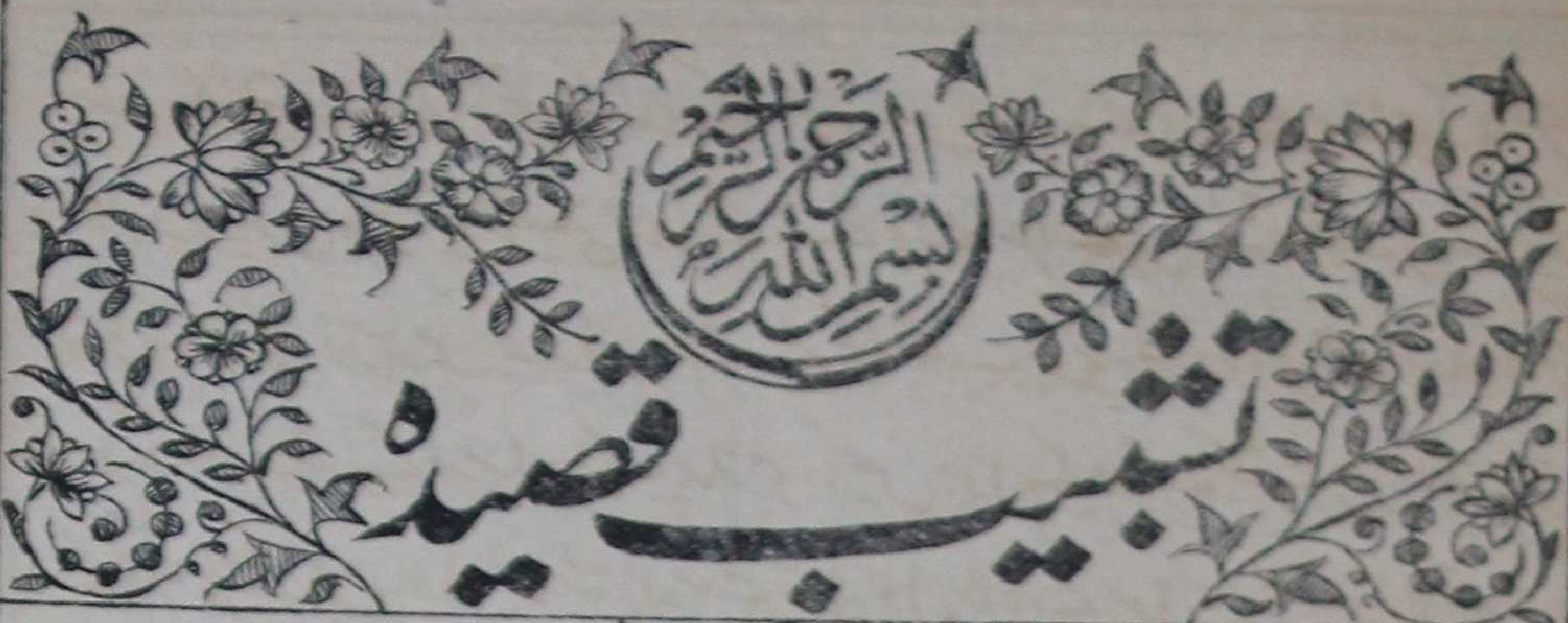
میں نے جب تبرکاً اسکو پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عربی علم ادب کا ایک ادق نمونہ ہے۔ اور بغیر شرح کی مدد کے کوئی اچھا مستعد عربی داں بھی اُسکو حل نہیں کر سکتا اس خیال سے کہ میرے ہموطن مسلمان بھائی اس نعمتِ عظمٰے سے محروم نہ رہیں۔ میں نے مولانا جامی کی تقلید سے مصنف کے مضامین اور خیالات کو اُسی قافیہ میں لیکن ایک ا بحر مشابہ مگر زیادہ تر عام پسند بحر میں ترتیب اور الفاظ میں ذرا تصرف کرکے زبان اردو میں لانے کا ارادہ کیا تاکہ اس ملک کے عوام اور خواص کے مذاق کے موافق ہو جائے۔ اور ترجمے کی بے لطفی اسمیں باقی نہ رہے۔ کام تو ایسا آسان نہ تھا۔ مگر میرا شوق پورا اور نیت خالص تھی عنایت ایزدی سے چند روز میں فارغ ہو گیا۔ اب اُسکو بطور برگِ سبز عاشقانِ رسول مقبول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ ہدیہ بھی جناب مصطفویؐ میں خلعتِ قبول سے مشرف ہوگا۔

ایک ضروری توضیح

اس قصیدے کے پڑھنے والے جو عربی علم ادب سے ناواقف ہیں اول چند اشعار دیکھکر حیران ہونگے کہ نعت کے قصیدے میں عاشق و معشوق کا ذکر کیسا۔ اور غیر مانوس پہاڑوں کے نام بھی اُسکو دل برداشتہ کرینگے۔ اس لیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمہیدی مشکلات کو حل کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ عرب کا دستور ہے کہ وہ اپنے قصائد کو اکثر عشقیہ مضامین سے شروع کرتے ہیں۔ مثلاً یا تو عاشق اپنے ہجر کی کیفیت بیان کرتا ہے یا اپنی معشوقہ کی جانب خطاب کرتا ہے۔ یا اُسکا کوئی دوست ناصح اُسکو سمجھاتا ہے۔ اور اسکو

تشبیب (یعنی جوانی کی باتیں کہنا) کہتے ہیں۔ اس قصیدے میں معلوم ہوتا ہی کہ عاشق اور معشوقہ دونوں بادیہ نشین یعنی صحرا کے رہنے والے اعراب ہیں۔ اُنکے قبیلوں کے خیمے اتفاق سے کوہ ذوسلم میں کچھ دنوں کے لیئے یکجا نصب ہوگئے۔ اور وہ اس طرح ہمسائے بن گئے ذوسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ ہی۔ اُسمیں ببول کے درخت بکثرت ہیں۔ اور اسی لیئے اُسکو ذوسلم کہتے ہیں۔ وہاں عاشق اور معشوقہ کی اول ملاقات ہوئی۔ پھر معشوقہ کا قبیلہ وہاں سے چلا گیا۔ معلوم ہوتا ہی کہ جس وقت عاشق کا دوست اُسکو نصیحت کرتا ہی تو معشوقہ کے قبیلے کے خیمے اُسوقت کوہ اِضم میں تھے جسکی چوٹی سامنے نظر آتی تھی۔ یہ پہاڑ بھی مدینہ منورہ کے قریب ہی ہی۔ یہ بادیہ نشین عرب کسی جگہ خیمہ زن ہوتے ہیں تو خیموں کے گرد چھوٹے چھوٹے عارضی مکانات پتھر اور گارے سے بنا لیتے ہیں۔ جب وہاں سے چلے جاتے ہیں تو یہ مکانات کھنڈر نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ذوسلم میں بھی معشوقہ کے قبیلہ کے نشان باقی رہ گئے تھے۔ عاشق اپنے دل کو بہلانیکے لیئے علی الصباح وہاں پہنچتا ہی۔ اور بے اختیار رونا شروع کرتا ہے اور وہاں اُسکا دوست بھی ملجاتا ہی۔ وہ تجاہلانہ اُس سے رونے کا سبب دریافت کرتا ہے وہ کچھ جواب نہیں دیتا تو وہ دوست خود ہی سبب بتاتا ہی کہ شاید ہمسایگان ذی سلم تجکو یاد آتے ہیں یا مدینہ کی طرف سے صبا کوئی پیام لائی ہے یا تونے کوہ اِضم پر برق کی روشنی میں معشوقہ کے خیمے کو رات کیوقت دیکھ لیا ہی۔ جب یہ پتہ کی باتیں سنتا ہی تو عاشق مجبور ہو کر اعتراف کرتا ہی۔ اور اپنے عذر میں نفس کی شکایت کرتا ہی۔ نفس کی شکایت کرتے کرتے مصنف کو ہادی برحق کی تعریف کا موقع مل گیا۔ اور وہ عاشق و ناصح کو چھوڑ کر اصل مطلب کیطرف گریز کرتا ہی اور جناب مصطفویؐ کے اخلاق و شمائل کی تعریف کرکے اُنکے معجزات و میلاد و معراج کا ذکر کرتا ہی۔ اور خصوصاً معجزہ زندہ یعنی کلام مجید و فرقان حمید کی خوبیوں کا بیان کرکے اور صحابہ کے جہاد اور ایثار اور وفا کا ذکر کرکے عرض حال پر قصیدہ کو ختم کرتا ہی۔

العبد المذنب محمد حسین عارف صدیقی جھمی پنشنر سشن جج



قول ناصح

اشک خوں میں آنکھ سے بہتے ہیں تیرے دمبدم
آرہے ہیں یاد کیا - ہمسائیگان ذی سلم

یا صبا لائی ہے سمتِ کاظمہ سے کچھ پیام
کوندیں بجلی کی یا دیکھا کہیں کوہِ اضم

روکنے سے وہ نہ کیوں رُکتے نہیں یہ تیرے اشک
بیقرار ایسا ہے کیوں؟ تیرا دل پُر درد و غم

کیوں چھپاتا ہے؟ کبھی چھپنے نہ دینگے رازِ عشق
یہ دو غماز - اشکِ خوں آمیز و قلبِ مضطرم

زخمی گر شمشیرِ انگشتِ خنائی کا نہیں
مثلِ بسمل کیوں تپاں ہے؟ کیوں تجھے آرام کم؟

فائدہ انکار سے کیا! آنکھیں اور چہرہ ترا
کھولے دیتے ہیں علی الاعلان تیرا سب بھرم

جوابِ عاشق

ہاں! خیالِ زلف نے مجکو جگایا رات بھر
سونے کب دیتا ہے مارِ عشق کا نیشِ الم

ناصحا! ہر چند اگر معذرت میری قبول
بس - نہ کر ہرگز بلند اتنا ملامت کا علم

ہو گیا ہے راز میرا فاش ہر غماز پر
درد کا درماں ہی میرے اب جہاں میں کالعدم

ہے نصیحت تیری بیشک خیر خواہانہ تمام
کان عاشق کا مگر سنتا نہیں پند و حکم

ناصحِ کافی تھا میرے واسطے موئے سفید
لینے آیا تھا مجھے یہ قاصدِ مُلکِ عدم

نفسِ امارہ نے از بس جہل سے اپنے مگر
کی نہ اُس بیچارے کی جانب کبھی چشمِ کرم

کی نہ نیک اعمال سے اُسکی ضیافت ایک شب
ہائے اس مہمان کو جانا نہ میں نے محترم

کاش موئے سفیدِ ریش پر کرتا خضاب
یوں چھپاتے اس برص کو میرے حنا اور کتم

مذمت نفس

ہے خلافِ نفسِ سرکش کون سیر اکارساز
جو کرے اس توسنِ بدذات کی گردن کو خم

نفس کی شہوت معاصی سے نہیں ہوتے فرو
سیر کھانے سے نہیں ہوتا حریصوں کا شکم

نفس ہے انساں کا بالکل مثلِ طفلِ شیرخوار
ماں کے پستاں کو نہیں جو چھوڑتا غیر از ستم

نفسِ ناہنجار کو غالب نہ ہونے دے کبھی
ہے تسلط اسکا معیوب اور مہلک مثلِ سم

شکل پر لذاتِ دنیا کی نہ کھا ہرگز فریب
مختلط ہے زہرِ قاتل ان میں اور شکر بہم

نفس کے مکروں میں سے زور و ریا کا رکھ خیال
نیک بھی اعمال ہوں گر۔ سر کو اس کے کر قلم

بھوک اور سیری میں رکھ مدِ نظر تو اعتدال
بھوک بعض اوقات تخمہ سے نہیں ہوتی ہے کم

آنکھیں تیری زانیہ ہیں اشک سے نہلا انہیں
اور آئندہ پکڑ محکم درِ توبہ و ندم

کر خلافِ نفس و شیطاں حکم دونوں کا نہ مان
سچ بھی یہ بولیں اگر۔ جان انکو ہر دم متہم

ہوں مقابل یا کہ ثالث داؤ میں انکے نہ آ
کیونکہ ہے مشہور مکرِ مدعی کیدِ حکم

توبہ توبہ۔ بے عمل اقوال سے کیا فائدہ
غیر کو ہر دم نصیحت اور غافل آپ ہم

زادِ عقبےٰ کا نہیں تو نے کیا اب تک خیال
خالصاً لِلّٰہ جھکایا سر نہ اپنا ایک دم

گریز نعت

حیف اس کی راہ سے کرتا رہا ہے تو عدول
پاؤں بھی جسکے عبادت میں گر آتے تھے ورم

روکنے کو بھوک کے کستا تھا جو اپنی کمر
پتھروں سے باندھتا تھا اپنا مخمل سا شکم

پیش کرتا تھا طلا و سیم جب کوہِ بلند
رد کیا کرتا تھا فوراً اسکو وہ عالی ہمم

زہد اس کا اور ہو جاتا تھا حاجت سے سوا
صاحبِ عصمت پہ حاجت کا کہاں چلتا ہے دم

کس طرح کرتی اسے دنیا پہ راغب احتیاج
خلقِ دنیا کا تھا باعث جب وہی خود محتشم

سید الکونین احمد ہاشمی و ابطحی
خاک بوس اسکے ہیں در کے کیا عرب اور کیا عجم

وہ حبیبِ رحمتِ عالم کہ جس کی ذات سے
ہے شفاعت کی ہمیں امید روزِ ہول و غم

ایسا پیغمبر کہ امر و نہی اُس کی شرع کے — نسخ کے قابل نہیں ہیں قول لا ہو یا نعم
جسکے پیرو عُروۃُ الوثقیٰ کو ہیں تھامے ہوئے — اُنمیں سے ہر ایک ہی پکڑے ہوئے ایماں کا تھم
فوق ہے سب انبیا پر اُسکو خلق اور خُلق میں — وہ کہاں سے لاتے اُسکا علم اور اُس کا کرم
اُن میں اور اسمیں ہے نسبت ذرہ و خورشید کی — سامنے اُسکے وہ قطرے اور یہ دریائے یم
وہ تھے نقطے اور اُسکو علم کا دفتر سمجھ — وہ زبر زیر - اور یہ ہے ایک قاموس الحکم
تھی کمالِ صورت و معنی کا مخزن اُس کی ذات — برگزیدہ کر کے حق نے کھائی خود اُسکی قسم
کوئی عالم میں نہیں اُس کا محاسن میں شریک — حُسن میں جو ہر ہے اُسکا فرد کُل لاینقسم
چھوڑ کر قولِ سفیہانِ نصاریٰ بعد ازاں — صادق اُسپر آئے گی تعریف ہر بیش و کم
جو شرف دنیا میں ہے اس سے ہی ہے منسوب وہ — جو بڑائی ہے جہاں میں اُسپہ ہے وہ مختتم
حیطۂ تقریر میں آئے کہاں اُسکا کمال — ہیں سپر انداز - یاں حسّان و سلمانِ عجم
سہل اور آسان ہیں سب تعلیم کے اُسکے اصول — ایک بھی اُنمیں نہیں تثلیث ساجدِ صنم
وہ کمالاتِ جلی ہیں ذات میں اُس کی نہاں — فہم سے عاجز ہیں جن کے سب عقیلانِ امم
کیا ادانی کیا اعالی کیا اقارب کیا بعید — سب کے یہاں آکر پھسلتے ہیں بصارت کے قدم
کون ہے ایسا کہ دیکھے پاس سے خورشید کو — دور سے بھی دیکھنے میں چشم ہے پُر اشک و نم
اہلِ دنیا پر حقیقت کس طرح سے کھل سکے — دیکھتے ہیں خواب سب لیٹے ہوئے بستر پہ ہم
جانتے ہیں وہ جو ظاہر بیں ہیں اُسکو اک بشر — دیکھتے اہلِ کمال اُس میں ہیں انسانِ اتم
ماسبق پیغمبروں کے جسقدر ہیں معجزات — فی الحقیقت تھا طفیل اُن کا بھی ایک اُسکا ہی دم
شمس ہے وہ ذاتِ اکرم اور کواکب ہیں رُسل — وحی کے محتاج وہ سب قلب اُسکا جامِ جم
تھا بدیع الخلق وہ اور حُسن میں ماہِ تمام — ہے کب انسان کو میسر اُسکا سا خُلقِ اعم
تھا شرف میں بدر اور عیدِ سخا کا تھا ہلال — بحر تھا جود و کرم میں دہر سا عالی ہمم
رُعب تھا چہرے کا اُسکے اسقدر تنہائی میں — جیسے ہو کوئی شہنشہ گرد ہو اُس کے حشم

اُسکے مدفن کی ہی مٹی مشک و عنبر سے سوا
اے مبارک وہ جو سونگھے شوق سے خاکِ حرم

اُسکے دندانِ درخشاں کی صفا کے سامنے
دُرِّ مکنونِ صدف بھی ہے کہیں درجہ میں کم

کہہ رہے ہیں نو فلک شمس و قمر سب برملا
وہ نہ ہوتا پیدا اگر۔ ہوتے نہ پھر تم اور نہ ہم

شبِ میلادِ رسولؐ

نور اور برکت سے پُر اُس کی شبِ میلاد تھی
آیۂ رحمت تھی دنیا کے لیئے اُس کا جنم

پالیا تھا اہلِ فارس نے فراست سے جبھی
آگیا بس خاتمہ پر اُن کا دورانِ نعم

گر پڑے تھے کنگرے ایوان کسریٰ کے کئی
جیسے گھوڑوں سے گرے پھر اُسکے گیو و گستہم

خشک پانی ہو گیا دریائے ساوہ کا تمام
تشنہ لب اُس سے پھرے مایوس ہو کر یکقلم

بجھ گئی نارِ مغاں آتشکدوں سے یک بیک
پھرتی تھی حیراں فرات اُس رات چھوڑا اپنا کم

آگ پانی اور پانی آگ یوں تھے بن گئے
تاکہ ہو معلوم ہوگا انقلاب آگے اہم

روشنی عالم میں پھیلی۔ اور زبانِ حال سے
کہتے تھے افلاک سب۔ آئے رسولِ محترم

کاہن اُنکے کہہ چکے تھے پہلے ہی ڈنکے کی چوٹ
جتنے باطل دین ہیں اب ہونگے رخصت لاجرم

گر پڑا تھا سرنگوں جیسا کہ ابلیسِ لعیں
مُنہ کے بل اوندھے گرے اُس رات اُنکے سب صنم

بھاگے پھرتے تھے شیاطیں جابجا اُس رات کے
ابرہہ کے جیسے بھاگے تھے کبھی فیل و حشم

بعد ازاں یا جیسے بھاگے بدر میں کافر تمام
ہاتھ سے پھینکا جب اُسنے سنگریزوں کو بہم

معجزات

پڑھتے تھے تسبیح کنکر مثلِ یونس ہاتھ میں
پھینکتے ہی اُن کے اُٹھے بھاگ اعدائے دژم

جب پکارا آپ نے اشجار یا احجار کو
حکم رب سے لگ گئیں اُنکے زبانیں اور قدم

لُطفِ حق کا ابر تھا سایہ فگن اُسپر مدام
شدتِ گرما سے جب ہوتے تھے پتھر بھی بھسم

انشراحِ صدر اور شقِ قمر ہیں واقعات
شک نہیں اسمیں ذرا غرقِ مبارک کی قسم

غار میں یارانِ یک دل جس گھڑی داخل ہوئے
ہوگئیں کفار کی آنکھیں بحکمِ حق بہم

در پہ مکڑی نے وہیں جالا تنا الہام سے
اور کبوترے کے بیٹھا بیضہ کو زیرِ شکم

تھی زرہ کی ان کو پروا اور نہ حاجت قلعہ کی
حفظ حق کے تھے فرشتے اُن پہ نازل دمبدم

آگیا جو شخص دامانِ حمایت کے تلے
کیا مجالِ دہر جو اُس پر کرے ظلم و ستم

ہوتے تھے بیمار چھونے سے بھلے چنگے جبھی
چھوٹتا زنجیرِ مرض سے جاتے تھے صاحبِ سقم

ہوگیا سرسبز جب اُسکی دعا سے سالِ قحط
ہوگیا وہ سال ارزانی میں مشہورِ عَلم

تھی دعا کی دیر ابر آیا اُمنڈ کر وہ مَعًا
دشت دریا بن گیا۔ بدھوں نے لی راہِ عدم

تھی رسول اللہ کے اسمِ مبارک کی وہ دھاک
شیر بھی جنگل میں کرتا تھا سرِ تسلیم خم

معراج

بدرِ کامل کی طرح تُو نے شبِ معراج کو
رات کو مکّہ سے چل کر دیکھا اقصےٰ کا حرم

بیتِ مقدس میں نمازِ باجماعت کی ادا
آپ تھے مخدوم باقی انبیا تھے سب خدم

چیرتی جاتی تھیں افواجِ ملائک آسماں
اور تھا اُس فوج کا دستِ مبارک میں عَلم

ہر مکان و لامکاں سے ماورا جب چڑھ گیا
یا محمّد کہہ کے بولا تجھ سے ربِّ ذوالنعم

تاکہ ہو تجکو میسّر وصلِ مخفی بے حجاب
تاکہ ہو تجھ پر عیاں خلوت میں ہر سرِّ مکتتم

وہ مراتب قابلِ فخر اُس جگہ تجھ کو ملے
جسکے حامل ہو نہیں سکتے ہیں قرطاس و قلم

تھے جو اعدا وہ نہ بدلے دیکھکر یہ معجزے
ہوگئے تقدیرِ حق سے سب وہ اعمےٰ اور اصم

معجزہ زندہ یعنی فرقان حمید

ہو کے اُمّی تھا وہ مخزن ہر طرح کے علم کا
سچ اگر پوچھو تو ہے کیا معجزہ کچھ یہ بھی کم

مدح تیری کی خدا نے اس لیے قرآن میں
فہمِ انساں سے تھے باہر تیرے اخلاق و شیم

اُس پہ نازل کی خدا نے وہ کتابِ مستند
ہے قدم اُس کا حدوث اور ہے حدوث اُسکا قدم

ہے زماں کی اور مکاں کی قید سے بالکل بری
گو کہ ذکرِ حشر ہے اُس میں اور احوالِ ارم

برملا قائم رہے گا معجزہ تاحشر یہ — معجزے اور انبیا کے ہو گئے وقفِ عدم

شبہہ و شک احکام میں اسکے نہیں ہرگز ذرا — اس سے بہتر اور ہوگا کون قاضی اور حکم

کیوں کبھی دعوے فصاحت کا کیا تھا جہل سے — امراء القیس اور سحباں ہیں خجل سب یکقلم

ہے بلاغت اسکی حافظ دشمنانِ دین سے — جیسے ہوں محفوظ غیرتمند کے اہلِ حرم

ہیں ہر اک شوشہ میں وہ گوہر معانی کے نہاں — دُرِ یکتا سے ہی بڑھ کے جن کی قیمت کی رقم

ہے دل آویز اور مرغوب اسکا پڑھنا اسقدر — بے حقیقت ہیں مقابل اسکے سارے زیر و بم

آنکھ اور دل کو وہ لطف آتا ہے اسکے وِرد میں — قاری و سامع کی افزوں ہے توجہ دمبدم

مومنوں کو یہ عذابِ قبر سے دے گا نجات — شعلۂ نارِ جہنم اُس سے ہو جائے گا نم

ہیں مثالِ حوضِ کوثر آیتیں تاثیر میں — کوئلے سے چہرے بن جاتے ہیں بلور ریشم

ہے یہ ایماں کی کسوٹی مثلِ میزان و صراط — روبرو اِسکے نہیں رہتے کھڑے ظلم و ستم

خوبیوں کا اِس کی منکر حاسدِ بے دین ہے — ہے تجاہل سے یہ سب گر عقل ہی اُسکی اتم

روشنی سورج کی اندھے کو نظر آتی نہیں — جانتے ہیں تلخ۔ شیریں آب کو اہلِ سقم

آیتِ کبرے ہے وہ پر آنکھ والوں کیلئے — نعمتِ عظمے ہی وہ۔ جانیں اگر ہم مغتنم

ہو مبارک! اے مسلمانوں تمہیں یہ قصرِ دیں — جسکے ہیں توحید و شرع دو بڑے مضبوط تھم

جہاد

تیری بعثت کی خبر سے چونک اُٹھے اعدائے دیں — چونکتے ہیں جیسے کھڑکے سے مواشی اور غنم

جبکہ تعذیب اور شرارت اُن کی حد سے بڑھ گئی — اور ضعیفوں کو لگے کرنے ہلاک اہلِ ستم

جنگ کا اعلاں کیا تونے بھی حفظِ نفس میں — زور اور تدبیر سے سب کے نکالے پیچ و خم

شاہدِ صادق اُحد ہے نیز ہیں بدر و حُنین — پشت دیکر کس طرح بھاگا تھا ہر عبدِ صنم

سدِ راہ اُن کی ہوئی تیری دعائے بد مگر — کیئے تیرے صحابہ نے بھگوڑوں کے قلم

صحابہ اور انکی تکمیل

وہ صحابہ جن کی تلواریں سفید اور آبدار — خون سے کفار کے تھیں سُرخ مانندِ عنم

شہسوار ایسے کہ تنگ اور زین کی پروا نہ تھی — پشت پر گھوڑے کی مثلِ میخ جب جاتے تھے جم

نقشبند ایسے۔ سِناں سے جسمِ اعدا پر تمام — نقش میدانِ وغا میں وہ کیا کرتے رقم

ہوگئے آخر کو وہ کفار سب اعدائے دیں — تو نے جا کر جبکہ گاڑا سقفِ مکہ پر عَلَم

تیرے نطق و خُلق نے کی اُنکی وہ کایا پلٹ — بن گئے خاکِ قدم کرتے تھے پہلے جو ستم

روح تو نے پھونک دی وہ جسم میں اسلام کے — ہوگئی تیری محبت اُنکے جسم و جاں میں ضم

باپ نے بیٹے کو جب دیکھا شہیدوں میں پڑا — کہہ کے انّا للہ۔ اُس نے آنکھ تک بھی کی نہ نم

ماں نے سُن پائی اگر بیٹے کے مرنے کی خبر — سب سے پہلے پوچھا یہ ہیں خیر سے شاہِ اُمم

بیوی شوہر کی شہادت پر کیا کرتی تھی ناز — بھائی کو بھائی کے مرنے کا ذرا بھی تھا نہ غم

زخمی یہ کہتا تھا جب پانی پلاتے تھے اُسے — میرے ہمسایہ کو دو۔ مجھ میں ابھی باقی ہے دم

عرضِ حالِ مترجم

نام لیوا تیرے اب۔ گو ہیں مسلمان نام کے — پر نہیں تیری محبت دل میں کچھ اُنکے بھی کم

دیکھ اب بھی تو عیاں ہیں تیری راہِ شوق میں — دشت میں اور کوہ میں عشاق کے نقشِ قدم

اُن میں سے سب سے ہے ادنیٰ اور احقر اور اذل — اِس قصیدے کا مترجم۔ عارِ انصار و خدم

یاوہ گوئی میں ہمیشہ عمر ضائع جس نے کی — کی کبھی دشمن کی غیبت کی کبھی یاروں کی ذم

خدمتِ اربابِ دنیا میں رہا مشغول وہ — عاقبت کی فکر کی ہرگز نہ اُس نے ایک دم

کارہائے دنیوی کرتا رہا اور جہل سے — آخرت کے کام کو سمجھا کیا بیعِ سَلَم

پھنس رہا ہے ہر طرف سے نفس کے پھندے میں وہ
کوہ سے اونچے ہیں گرد اُسکے گناہوں کے اثم

نفس سرکش اُسکا پر اب بھی نہیں آتا ہے باز
قبر میں لٹکے ہوئے ہیں اُسکے گو دونوں قدم

آسرا بالکل نہیں آتا نظر اُسکو کہیں
یاس کے سنتا ہے جب ہر سمت سے صوتِ نعم

چھوڑ کر ارشِ توکل اور قناعت کا عُشرِ ج
حرص سے دائم رہا جویائے دینار و درم

ہاں مگر۔ باقی شفاعت کی تری امید ہے
تو نے فرمایا کرینگے ہیچ گنہگاروں کی ہم

ہے ترا ہم نام۔ گو اس نام کا شایاں نہیں
نام ہو جس کا محمدؐ حشر کا کیا اُس کو غم

نیز ہے ہم نام اُس کا جسنے امت کیلئے
کربلا میں خط شفاعت کا کیا خوں سے رقم

گو ضرورت کچھ نہیں پر عرض کر دیتا ہے
نسبت اُسکی ہے ترے صدیقؓ سے بھی منتظم

ثانیِ اثنین جسنے ہو کے فانی فی الحبیب
محو کر ڈالا تھا اپنے جان و تن کو یک قلم

نسبت اُسکی اسلیئے تجھ سے نہیں ہے غیر بھی
گو ترے نزدیک سب یکساں ہیں اولاد و خدم

آپ تو وہ ہیں کہ کرتے درگزر بوجہل سے
بدنصیب اگر اگر۔ کرتا سرِ تسلیم خم

آپکے خُلق و محبت سے نہیں ہرگز بعید
ہو جو **عارف** پر عنایت سے کبھی چشمِ کرم

یعنی کھچ جائیں طنابیں دشت و دریا کی تمام
حکمِ حق سے پاس ہو جائیں مدینہ اور ادھم

ہو کے حاضر دست بستہ جالیوں کے سامنے
عرض حال اپنی زباں سے خود کرے بیش و کم

عرضِ حال قوم

پہلے کچھ شکوہ کروں۔ امت پہ کیوں ہے خشم قہر
گرچہ ہیں اعمال سے ہم مستحق ہر ستم

کیا گوارا ہے تجھے؟ ایسی ہو دنیا میں ذلیل
تیری وہ امت کہ تھی اک وقت میں خیر الامم

مینڈک اور شہزادی کا قصہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُنا ہے یہ کہ تھا جاپان میں اک شاہ
خُدا ترس اور رعایا کا بھی خواہ

سخا میں حاتم اور قوت میں رُستم
سلیماں مرتبت میں شان میں جم

حمیّت اور دیں داری میں یکتا
مروت اور غم خواری میں یکتا

خوشی حاصل تھی اس کو ہر طرح کی
مگر اس رنج سے سینہ تھا چھلنی

نہ تھا وارث کوئی تاج و نگیں کا
نظر آتی تھی تاریک اُس کو دُنیا

فقط رکھتا تھا اِک دُختر سمن بر
کمالِ حسن میں مہرِ منوّر

بغل میں باپ کے اپنے پلی تھی
کہ ماں بچپن میں اُس کی مر گئی تھی

کبھی باپ اُس کو چشم بد کے ڈر سے
نہ رکھتا دور تھا اپنی نظر سے

عصائے پیر تھی وہ قرۃ العین
نظر کا نور تھی اور جان کا چین

شہزادی کا چمن کی سیر کو جانا اور مینڈک سے عہد کرنا

غمِ تنہائی سے اُکتا گیا جی
تو ٹھانی ایک دِن سیرِ چمن کی

اکیلی وہ گئی سیرِ چمن کو
کیا شرمندہ رُخ سے یاسمن کو

کہیں جا موتیا کا پھول توڑا
کہیں شوخی سے فوّارہ کو چھوڑا

کبھی سنبل کا لے کر تازیانہ
اُڑایا شاخ پر گل کا نشانہ

زباں لی کھینچ سوسن کے دہاں سے
کہ غنچے تنگ تھے اُس کی زباں سے

جب اُس کو دیکھ غنچہ مُسکرایا
تو مُنہ اُس کا شرارت سے چڑایا

کہیں بادام کو آنکھیں دکھائیں
کہیں پستہ سے جا باتیں بنائیں

نگاہِ قہر سے نرگس کو دیکھا
نگہ نیچی نہ کرتی تھی وہ قحبہ

غرض جب تھک گئی وہ پھر پھرا کر
تو بیٹھی اِک جگہ سبزہ پہ آکر

عجب اِک لطف و فرحت کا مکاں تھا
پرندے گا رہے تھے سُر مِلا کر
سُنہری گیند اُس کی جیب میں تھی
اُچھالی گیند اُس نے جب ہَوا میں
فدا ہوتے تھے اُس کی چابکی پر
لڑھک کر گیند پانی میں ہوئی گم
یہ کہتی تھی ہر اِک سنگ و شجر سے
کبھی چشمہ سے کہتی تھی کہ بھیّا
کہ جب تنہائی سے جاتی ہوں اُکتا
نہیں جب کام کی تیرے یہ کچھ شئے
نہ منہ سے جبکہ چشمہ کچھ بھی پھوٹا
نہیں ممکن پسیجے چور کا دِل
رہی سکتہ کے عالم میں کھڑی وہ
سُنا اُس نے وہ تھی جب محوِ زاری
بتاؤ تو کہ تم کو رنج کیا ہے
سنی آواز ہر جانب کو دیکھا
کہا دل میں خدا۔ یہ بھید کیا ہے
مگر اِس میں نہیں کچھ شک ذرا بھی
نشاں اُس جا نہ تھا لیکن کسی کا
وہ تکتا تھا اُسے۔ سر کو اٹھائے
نظر جب بولنے والا نہ آیا

ہوا ٹھنڈی تھی اور چشمہ رواں تھا
مزے لیتا تھا سبزہ سر ہلا کر
وہیں وہ جیب سے اپنی نکالی
چھپایا گوئے زرّیں (آفتاب) مُنہ سما میں
فلک پر برق اور جگنو زمیں پر
طبیعت میں ہُوا پیدا تلاطم
کہو چشمہ سے میری گیند دیدے
بھلا اِس گیند کا تو کیا کریگا
اِسی سے لیتی ہوں دل اپنا بہلا
تو اتنا بخل پھر کیوں کر رہا ہے
نہ دم بھر اُس کے مُنہ کا قفل ٹوٹا
پسیجے جو وہ ہے کمزور کا دِل
بہت تھا رنج آخر رو پڑی وہ
کوئی کہتا ہے کیوں روتی ہو پیاری
کہو تو کیا کسی نے کچھ کہا ہے
نظر پر بولنے والا نہ آیا
کوئی جن ہے پری ہے یا بلا ہے
کہ یہ آواز ہے چشمہ سے آتی
کنارہ پر فقط مینڈک تھا بیٹھا
نظر کی ٹکٹکی اُس پر لگائے
نشاں انسان کا وہاں اُس نے نہ پایا

کہا اُس نے بتا تو کون ہے شخص ! ‌ ‌ ‌ ‌ قسم ہے تجھ کو ظاہر ہو تو اے شخص !

دکھا چہرہ نہ مجھ کو بس ڈرا اب ‌ ‌ ‌ ‌ موئی جاتی ہوں ڈر سے جاں ہے بر لب

یہ سُن کر مینڈک اپنی جا سے کودا ‌ ‌ ‌ ‌ بڑھا اُس کی طرف پھر بے تحاشا

کہا اُس سے کہ یہ بندہ ہے حاضر ‌ ‌ ‌ ‌ تو کیوں روتی ہے کر مطلب تو ظاہر

ڈری کچھ اور کچھ غصہ بھی آیا ‌ ‌ ‌ ‌ کہ اِس احمق کے سر میں کیا سمایا

کہ گستاخی کی یہ کرتا ہے باتیں ‌ ‌ ‌ ‌ کہیں کھائیگا احمق مجھ سے لاتیں

مگر سوچی جرح ہی اس میں کیا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ بتا تو دیکھو جو کچھ مُدعا ہے

کہا میں گیند سے یاں کھیلتی تھی ‌ ‌ ‌ ‌ لڑھک کر وہ کہیں پانی میں پہنچی

نہیں کچھ شک کہ ہے چشمہ کے اندر ‌ ‌ ‌ ‌ اگر لا دو۔ تو ہو احسان مجھ پر

کہا اُس نے یہ تو کچھ بھی نہیں کام ‌ ‌ ‌ ‌ اِسی کے واسطے روتی ہو گلفام

اگر تم گیند اپنی پھر کے پاؤ ‌ ‌ ‌ ‌ ہمیں پھر دو گی کیا یہ تو بتاؤ

کہا یہ شاہزادی نے کہ بندی ‌ ‌ ‌ ‌ زباں سے جو کہے گی وہ کرے گی

زر اور خلعت جواہر اور موتی ‌ ‌ ‌ ‌ غنی کر دوں گی اتنا تجھ کو دوں گی

کہا میری تو یہ ہی آرزو ہے ‌ ‌ ‌ ‌ نہیں درکار ہے مجھ کو کوئی شئے

کہ باقی جس قدر ہے زندگانی ‌ ‌ ‌ ‌ رہی جتنی ہے میری عمر فانی

اُسے تیری ہی صحبت میں گزاروں ‌ ‌ ‌ ‌ ترے قدموں پہ اپنی جان واروں

رکھے تو مجھ کو اپنے پاس ہر دم ‌ ‌ ‌ ‌ نہ لائے دل پہ اپنے میل اور غم

کھلائے ساتھ۔ ساتھ اپنے سلائے ‌ ‌ ‌ ‌ اور اپنے جام سے پانی پلائے

اگر منظور ہو یہ عرض میری ‌ ‌ ‌ ‌ ابھی لاتا ہوں دم میں گیند تیری

کہا دل میں یہ کیا بکتا ہے مینڈک ‌ ‌ ‌ ‌ ہنسی کرتا ہے یہ بدذات بے تک

کہاں پانی کو مینڈک چھوڑتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ تری سے کب تعلق توڑتا ہے

کہاں میں اور کہاں مینڈک تپاجی
لگے گا پاس میرے اس کا کیا جی

نہ کی فکر اور نہ کچھ سوچا نہ سمجھا
کہا منظور ہے جا گیند لے آ

ابھی نو عمر تھی۔ تھا کھیل میں دل
نہ سمجھی یہ کہ پیش آئے گی مشکل

غرض عیار و عدہ پختہ لے کر
گیا اور گیند اُس کی لایا باہر

جھپٹ کر گیند شہزادی تو جلدی
نظر مڑکر نہ مینڈک کی طرف کی

چلا پیچھے مگر فی الفور تھک کر
کہا جلدی نہ چل ایسی ستمگر

نہیں ہیں پاؤں کا کچھ ایسا چالاک
رکاوٹ بھی ہے رستہ میں خطرناک

اٹھا لیجا مجھے مت عہد کو توڑ
غمِ ہجراں میں جلتا مجھ کو مت چھوڑ

بھلا سنتی تھی وہ کب ایسی آواز
گئی جیسے چھٹا ہو جال سے باز

سو سو آہ کرکے اُس نے دل کو
تھکی ماندی تھی جاکر وہ گئی سو

یہ استقلال تم مینڈک کا دیکھو
سبق اِس سے تم استقلال کا لو

چلا رکھتا ہوا قدموں کو گِن گِن
وہ پہنچا در پہ اُس کے تیسرے دن

مینڈک کا شہزادی کے گھر پہنچنا اور ایفائے عدہ کا متقاضی ہونا

ہوا جب تیسرا دن شاہزادی
بوقت شام دسترخواں پہ بیٹھی

وہاں موجود اس دن شاہ بھی تھے
ابھی بیٹھے تھے دونوں ہاتھ دھوکے

کہ اُن کے کان میں آواز پہونچی
کہ جیسے زینہ پر چڑھتا ہے کوئی

یہ عادت بادشاہ کی تھی مقرر
کہ جب وہ بیٹھتا تھا خواں پہ آکر

اصولِ دین دختر کو سکھاتا
رموزِ حکمت و منطق بتاتا

کبھی خود چھیڑ کر علمی مسایل
اُسے کہتا کہ کر تو مجھ کو قایل

غرض کرتے تھے دونوں بحث و تقریر
کسی نے کھٹکھٹائی در کی زنجیر

لپک کر دوڑی در پر شاہزادی
کیا فی الفور اُس نے بند کو
سُنا اُس نے جو ہیں آ کر وہ بیٹھی
گئی۔ اور جا کے جب دروازہ کھولا
یہ عاشق ہے تمہارے در پہ موجود
یقین کر سکتا ہے کب کوئی باہوش
ہوا معلوم انساں خود غرض ہے
بھلا یہ بے وفا ہے یار کس کا
خیال۔ اِس کو نہیں قول اور قسم کا
نہ دل میں رحم ہے اس سنگدل کے
نہ کچھ خوف خدا ہے اور نہ کچھ شرم
قسم کھالے زباں سے حلف اٹھالے
سُنی شہزادی نے جب یہ ملامت
کہا بس دُور موئے یاں سے پرے ہٹ
ترا مُنہ اور شہزادی کا بستر
بھلا دیکھو تو ان کی لن ترانی
نہیں کچھ خوف اسے اپنی اجل کا
یہ شکل اور کھانا کھائیں گے مرے ساتھ
خدایا یہ دن نہ دشمن پر بھی لائے
مُقر ہوں میں ترا احساں ہے مجھ پر
اگر منظور وہ تجھ کو نہیں ہے

نظر آئی نہ صورت آدمی کی
لگی پھر سُن کے تقریر پدر کو
کہ پھر زنجیر در کی کھٹکھٹائی
تو مینڈک دیکھتے ہی اُس کو بولا
تمہیں معلوم ہے آنیکا مقصود
کہ ہو تم اس قدر وعدہ فراموش
اور اس کو عہد شکنی کا مرض ہے
نکالا مطلب اپنا اور کھسکا تو
لحاظ اس کو نہیں دین اور دھرم کا
کہ کرتا ہے تبہ یاروں کو مل کے
دل اس کا سخت ہے گو ہے زباں نرم
خدا کام ایسے موذی سے نہ ڈالے
تو دل میں آگئی اُس کے حرارت
مجھے بھاتی نہیں ایسی لگاوٹ
تو سفلا اور شہزادی کا ہمسر
پئیں گے یہ مرے پیالے سے پانی
رہے ہے چھپر میں خواب آئے محل کا
چھوئیں گے اس غلاظت کو مرے ہاتھ
کمینہ کا شریف احساں اٹھائے
عوض اس کے تجھے دیتی ہوں میں زر
پرے ہو دور - مت ہو میرے درپے

اگر آئندہ دق مجھ کو کرے گا ۔۔۔ نگوڑے خوار ہو کر تو مرے گا
تجھے منظور ہے گر جان کی خیر ۔۔۔ اور اپنے نفس سے تجھ کو نہیں بیر
خیالِ خام اپنے دل سے کر دور ۔۔۔ نہ اپنے قتل پر کر مجھ کو مجبور
صلہ دینے کو تجھ کو ہوں میں تیار ۔۔۔ مجھے کرتا ہے پھر کیوں تو گنہ گار
کہا مینڈک نے میں بزدل نہیں ہوں ۔۔۔ اور اپنے دل میں رکھتا یہ یقیں ہوں
کہ وقتِ موت ہے اک دن مقرر ۔۔۔ نہ ہوگا جو مقدم اور مؤخر
مجھے پروا نہیں جاں کی ذرا بھی ۔۔۔ کسے تو قتل کی دیتی ہے دھمکی
نہ پروا ہے مجھے کچھ مال و زر کی ۔۔۔ یہ رکھنا یاد میں پورا ہوں ضدی
ہوا ہے مجھ میں اور تجھ میں جو وعدہ ۔۔۔ اُسے چھوڑوں گا میں کر والے پورا
کہا شہزادی نے ہو دفع یاں سے ۔۔۔ خدا غارت کرے تجھ کو جہاں سے
نہیں سکتے کا بھیجا میرے سر میں ۔۔۔ کھڑے بکتا کروں میں تجھ سے در میں
کیا در بند اور واپس وہ آئی ۔۔۔ مگر اُڑتی تھی چہرہ پر ہوائی
تھی دھڑکن دل میں رنگِ چہرہ فق تھا ۔۔۔ عیاں چہرہ پہ غم دل میں قلق تھا
یہ تھا کون آدمی یاں شہ نے پوچھا ۔۔۔ جھگڑتی تھی تو جس سے جانِ بابا
بتا او سان تیرے کیوں خطا ہیں ۔۔۔ جو ہو تکلیف منگوا دوں دوائیں
لگا لینے وہ بیٹی کی بلائیں ۔۔۔ پلائیں اُس کو طاقت کی دوائیں

شہزادی کا باپ سے کل کیفیت عرض کرنا اور باپ کا حکم دینا کہ وعدہ پورا کرنا چاہئے

کہا ابا نہیں ایسی کوئی بات ۔۔۔ کھڑا ہے در کے باہر ایک بدذات
یہ اک مینڈک ہے ضدی ہے بلا کا ۔۔۔ کیا تھا اِس سے میں نے ایک وعدہ
غرض گزری جو تھی ساری سُنائی ۔۔۔ نہ بات اپنی ذرا سی بھی چھپائی

کہا شہ نے کہ بیٹی میرے نزدیک
مجھے کہنا پڑا یہ ہی ہے انصاف
کہ کرکے وعدہ پھر جائیں کسی سے
خدا کا حکم ہے اس بارہ میں سخت
نبیؐ نے بھی بڑی تاکید کی ہے
کریم اقرار کو کرتا ہے پورا
یہ ہے لازم مگر انسان غافل
پس و پیش اُس کا پہلے غور کر لے
کہ اِس وعدہ کو پورا کر سکوں گا
حُمق اور ضعفِ دل کی ہی علامت
کہ کر بیٹھی تو وہ وعدہ بہ تعجیل
گیا جو وقت وہ آتا نہیں ہات
سوا اِس کے نہیں اب کوئی چارہ
سمجھنا یہ کہ اِک مینڈک ہی پالا
مگر ہو جائیگی یوں ہی مساوات
یہ میرا حکم ہے اِس پر عمل کر
اگرچہ تھی اُسے مینڈک سے نفرت
سمجھتی فرض تھی فرماں بری کو
مِلا جو حکم اُسے ہرگز نہ ٹالا

تری ضد بھی نہیں اِس امر میں ٹھیک
نہیں کرتے ہیں ایسا کام اشراف
نہ ہوں معذور گروہ بے لبسی سے
پھرا کرتے ہیں کرکے وعدہ بدبخت
سزا لئے سخت بد عہدوں کو دی ہے
پھرا کرتا ہے وعدہ سے ادھورا
نہ وعدہ کچھ کرے بے غور کامل
تشفی اپنی ہاں ہر طور کر لے
چھپا تا مُنہ نہ کونوں میں پھروں گا
یہ بھولے پن یہ کرتا ہے دلالت
کہ جس کی اب تجھے مشکل ہے تعمیل
نہیں پھرتا جو نکلا تیر ہیہات
کہ کر وعدے کو پورا اب خدارا
اگرچہ شوق ہے یہ بھی نرالا
تشفی دِل کی ہے کتنی بڑی بات
بلا لے حسب وعدہ اُس کو اندر
مگر تھی باپ سے ایسی محبّت
کہ تھی بھولی ہوئی بے مادری کو
اُٹھا کر لائی اور بستر پہ ڈالا

شہزادی کا نیند میں مینڈک کو زمین پر لٹاتا اور اُس کا آدمی بن کر حقیقتِ حال ظاہر کرنا

قضارا ایک دن سوتی تھی بیہوش
جوانی کی تھی غفلت خواب کا جوش

لگا وہ گلگلا سا جب بدن کے
بہانہ نیند کا ظالم نے کر کے

اُٹھا کے زور سے مارا زمیں پر
اُسی دم سو گئی چہرہ کو ڈھک کر

ہوئی بیدار تب اُس کا کڑھا دل
کہ ہو گا بے زباں وہ نیم بسمل

کن انکھیوں سے جب اُن جانب کو دیکھا
عجب آیا نظر اُس کو تماشا

جواں اک خوش قد و رعنا کھڑا ہے
ستم ہے آنکھ اور کاکل بلا ہے

کہا اور مُنہ کو آنچل سے چھپایا
ارے او مردوئے یاں کیوں تو آیا

تجھے شاید نہیں ہے جان کا ڈر
کہ گھس آیا جو تو محلوں کے اندر

پرائے گھر میں تو یوں گھس جو آیا
نہیں کچھ خوف کیا تجھ کو خدا کا

اگر پہنچی خبر میرے پدر کو
جدا کر دے گا تن سے تیرے سر کا

کہا شہ کا مجھے ہرگز نہیں ڈر
اُسی کے حکم سے آیا ہوں اندر

نہیں ہوں تجھ سے ایسا اجنبی بھی
نہ دیکھا ہو مجھے تو نے کبھی بھی

کئی دن تک مجھے تو نے رُلایا
پھر اپنے ساتھ مدت تک سُلایا

کہا شہزادی نے ڈر قہر رب سے
نہ بک جھوٹ اور نہ بڑھ حد ادب سے

جو دیکھا ہو تجھے تو آنکھ پھوٹے
زباں میری۔ اگر بولی ہوں۔ ٹوٹے

خدا وہ تو نہ دکھلائے کبھی دن
کہیں بولوں کسی سے محرموں بن

کہا ہنس کے یہ اُس نے ہوں وہ مینڈک
جو سویا کرتا تیرے ساتھ ابتک

کھلاتی تھی مجھے تو ساتھ اپنے
لگاتی تھی مجھے تو ہاتھ اپنے

حقیقت سے تجھے کرتا ہوں آگاہ
کہ ہوں میں اصل میں ماچین کا شاہ

مری بیگم تھی شاہ چیں کی دختر
سمائے حسن پر تابندہ اختر

وہ عاشق مجھ پہ میں اُس پر فدا تھا
مگر ہونا یہ منظور خدا تھا

کہ رسم بد کے بعض ایسے ہیں عادی
کیئے جاتے ہیں جو شادی پہ شادی

لکھی تھی چونکہ قسمت میں برائی
تو بیٹھے بیٹھے میری شامت آئی

خیال خام یہ سر میں سمایا
کروں اِک اَور شادی دل میں آیا

غرض اِک دخت شاہ کامرو سے
نکاح اپنا کیا خود آرزو سے

وہ رخصت ہو کے جب آئی مرے گھر
نہ لائی شاہ بیگم میل دل پر

محبت مجھسے اُس کو اِس قدر تھی
کہ خاطر کرتی تھی وہ سوت کی بھی

بظاہر رہتی تھی خوش رات اور دن
گھلی جاتی تھی دل ہی دل میں لیکن

لگا گھُن اُس کو ایسا رنج و غم کا
بھروسہ تھا نہ مجھکو ایک دم کا

قضارا مر گئی جب شاہ بیگم
کیا میں نے بہت ہی اُس کا ماتم

بنایا پُر تکلف اُس کا مرقد
لگی کرنے یہ مجھسے نفرت از حد

خبر مجھکو نہ تھی یہ شاہزادی
ہے علمِ سحر میں کامل بلا کی

ہے قلب ماہیت میں ایسی اُستاد
کہ لکڑی کو بنا دیتی ہے فولاد

اگر فولاد پر پڑھتی ہے منتر
جلا کر راکھ کر دیتی ہے یکسر

پڑا سوتا تھا میں بے ہوش اِک رُوز
ملا موقع اُسے تو وہ جہاں سوز

کہیں سے کیل اِک چھوٹی سی لائی
وہ میرے مغز میں فوراً چلائی

اثر سے اُس کے میں صورت بدلکر
بنا مینڈک لگا جب کرنے ٹرٹر

مجھے دریا میں جا کر پھینک آئی
یہانتک وہاں سے میں نے راہ پائی

ہوا امرِ خدا اب یوں قضارا
زمیں پر زور سے جب تونے مارا

نکل کر کیل سر سے جا پڑی دُور
خدا کو تھا بچانا میرا منظور

وہ نکلی کیل جادو کی جو سر سے
بھلا چنگا ہوا جیسا تھا پہلے

یہ قصہ اب مجھے سب یاد آیا
وگرنہ سحر نے تھا سب بھلایا

اجازت ہو مجھے ہوتا ہوں رخصت	کروں گا شاہ کی اب جا کے منت
مجھے امید ہے اُس کی عطا سے	کہ در گزر کرے گا وہ میری خطا سے
قبولے گا غلامی میں مجھے وہ	تجھے دے گا سلامی میں مجھے وہ

شہزادے کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا اور شہزادی سے اُس کا نکاح ہونا

کہیں محلوں میں تھی اِک چور کھڑکی	نکل کر اُس میں سے پہلے وہ پہنچی
سنائی باپ کو ساری کہانی	سنی تھی اُس نے جو اُس کی زبانی
یہ کہہ کر آ گئی کمرے میں اپنے	کہ اتنے میں خبر یہ دی کسی نے
کہ باہر شاہزادہ اِک کھڑا ہے	کچھ اپنا حال کہنا چاہتا ہے
کہا لے آؤ اس کو تم ادب سے	مجھے وارث ملا ہی فضلِ رب سے
ہوا حاضر تو چھاتی سے لگایا	برابر تخت پر اپنے بٹھایا
ابھی پایا زباں سے تھا نہ کہنے	کہ قصہ سب سنایا اُس کا شہ نے
بلائے اپنے سب ارکانِ دولت	جب آئے تو یہ کی اُن کو وصیت
مِرا فرزند اِس کو جاننا تم	مِری مانند اِس کو ماننا تم
سُپرد اس کے ہے اب سب ملک و لشکر	اطاعت فرض اب اِس کی ہے سب پر
وہیں پھر اُس نے قاضی کو بُلا کر	کیا جھٹ ساتھ اُس کے عقدِ دختر
صدا آئی یہ ہر سُو سے یکایک	مبارک ہو مبارک ہو مبارک
خدا اِس جوڑے کو رکھے سلامت	پھلے پھولے یہ جوڑا تا قیامت
جو حاضر تھے وہاں سب کرکے تحسین	لگے کہنے کہ آمین ثم آمین

نتیجہ

کہانی ہی نہ سمجھے اِس کو کوئی	نہیں ہے کار عارف یاوہ گوئی

نہ سمجھو ہے یہ بچوں کی کہانی ۔ سُنا کرتے جو نانا کی زبانی
لگاؤ اس کے پڑھنے میں ذرا دل ۔ سبق ہوتے ہیں اس سے چند حاصل

سبق اوّل

نہیں گر کوئی امرِ سخت مانع ۔ تو رہنا ایک ہی بیوی پہ قانع
کبھی بھی دوسری شادی نہ کرنا ۔ اور اپنی خانہ بربادی نہ کرنا

سبق دوم

کبھی وعدہ نہ کر بے غور کامل ۔ پشیمانی وگرنہ ہوگی حاصل

سبق سُوم

جو کر بیٹھے تو اُس کو توڑنا مت ۔ کمینوں کی طرح مُنہ موڑنا مت
کہ اُوفُوا بالعُقُود امرِ خدا ہے ۔ خدا کے حکم سے پھرنا خطا ہے
جو اپنی بات پر رہتا ہے قائم ۔ خدا رہتا ہے حامی اُس کا دائم

سبق چہارم

عجب اِک چیز ہے یہ راست گوئی ۔ نہیں اِس سے پشیماں ہوتا کوئی
اگر کہہ دیتی شہزادی نہ سچ سچ ۔ کئے جاتی وہ اپنی بات کی کچ
خوشی ہوتی نہ اُس کو یہ میسّر ۔ نہ مِلتا اُسکو ایسا مہ لقا بر

تنبیہ

خواص ایسے ہیں اشیا میں مسلّم ۔ نہیں واقف اثر سے جنکے سب ہم

کم بیش اُن کو بعضے جانتے ہیں
نظر بندی ہے کچھ کچھ ہاتھ کا پھیر
دھرا ہے نام سفلی اور سماوی

انہیں کو لوگ ساحر مانتے ہیں
سمجھتے میں جنہیں لگتی ہے ہاں دیر
مگر ہیں شعبدے سب کیمیادی

دُعاء

خدا! عارف کو دے توفیق ایسی
کہ ہو اس سے نہ ہرگز عہد شکنی

میں ہوں گو مستحق صد ملامت
مگر آئندہ کو دے استقامت

منور کر الٰہی میری جاں کو
بنا توحید گو میری زباں کو

کہ پُر ہے لغو سے جو میرا سینہ
بنا عرفان کا اُسکو خزینہ

تعصب میرے دِل سے دور کر دے
مرا دل عدل سے معمور کر دے

محبت مجھ کو اپنی اِسقدر دے
اور اتنا عشق اپنا دل میں بھر دے

کہ دنیا ہیچ ہو میری نظر میں
تو ہی آئے نظر دیوار و در میں

نہیں مجھ کو عمل کا کچھ سہارا
ملوّث ہوں گناہوں میں سراپا

بھروسا ہے مجھے تیرے کرم کا
کہ ہوں کتا فقط تیرے حرم کا

دکھا مجھ کو نہ تو اوروں کی چوکھٹ
کئے جاؤں گا تیرے در پہ کھٹ کھٹ

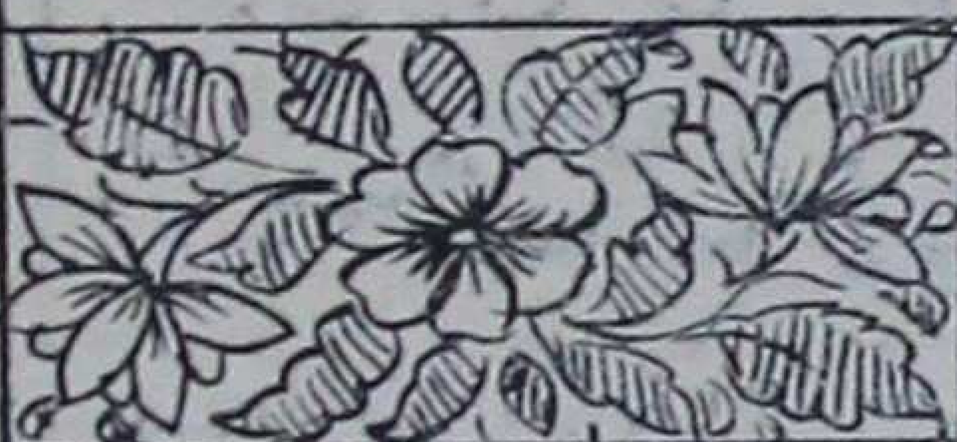
کبھی تو ہاں نگاہِ مہر ہوگی
نظر پڑ جائے گی گاہے اِدھر بھی

وگرنہ کیا مجھے یہ فخر کم ہے
کہ میرا سر ہے اور تیرا حرم ہے

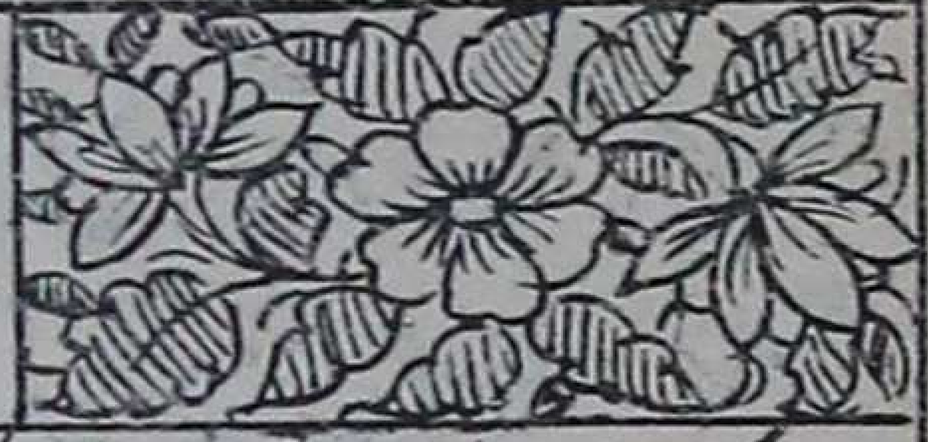
تمت بالخیر



یہ سچ کہتے ہیں جسنے کاشمیر پُر فضا دیکھا — تو اس دنیا میں گویا گلشن جنت نما دیکھا
کرے گا کوئی کیا تعریف اِسکی بڑھ کے عرفی سے — کہ جس نے یہاں کبابِ مرغ کو اُڑتا ہوا دیکھا
سُنا کرتا تھا کانوں سے ہمیشہ اِسکی تعریفیں — عنایت سے مہاراجہ کی - اب آنکھوں سے یہ آ دیکھا



رستہ کا حال



نہیں کچھ قابلِ ذکر اُسکے رستہ کی بھی تکلیفیں — بغیر از رنج تن کس نے خوشی کے در کو وا دیکھا
کبھی دیکھا کہ تانگہ آسماں سے باتیں کرتا ہے — کبھی تحت الثرےٰ کی سمت اُسے جاتا ہوا دیکھا
مسافر کا نہ پوچھ حال اُس دم دل کی دھڑکن سے — اگر یکہ کوئی ٹوٹا ہوا نیچے پڑا دیکھا
سوا سو کوس تک دونوں طرف دیوار پتھر کی — نظر تھی بند پھر تم کو بتاؤں کیا کہ کیا دیکھا
کبھی اوپر کو جو دیکھا تو سمجھا اب گرا پتھر — کبھی دیکھا اگر نیچے نظر کا سر پھرا دیکھا
دکھائی دی نہ دو دن سوا گھاٹی کے دنیا کچھ — عذاب قبر کا جیتے ہی جی گویا مزا دیکھا
مگر سب خوف اور تکلیف اُسدم بھول جاتا تھا — اگر گرتا ہوا پانی کہیں سیماب سا دیکھا
چڑھائی پر مری کے وہ سڑک کے پیچ ہائے پیچاں — کہ گویا گرد طوبےٰ کے سفید اِک اژدہا دیکھا

نظر آیا تماشا روز روشن میں چراغاں کا
اناروں کو سڑک پر جبکہ پھولوں سے لدا دیکھا

بدلتے روپ جہلم کو بہت دیکھا سڑک پر سے
کہیں چوڑا سمندر سا کہیں اک رجبہا دیکھا

کبھی اُسکے دہن میں جھاگ دیکھے مثل مستوں کے
کبھی چلتا ہوا خاموش مثل پارسا دیکھا

پہاڑوں کا عجب عالم بیاں میں آ نہیں سکتا
ہر اک کی حالت اور ہیئت کو جب دیکھا نیا دیکھا

کوئی عُریان مادر زاد ناگوں کی طرح بالکل
جٹا دھاری کوئی پتوں سے از سر تا پا دیکھا

کسی کے تن پہ تھی سبز و سیہ مخمل کی برساتی
کوئی سر پر لپیٹے برف کی چٹی ردا دیکھا

بہاتا تھا کوئی اشکِ ندامت۔ خوف سے ہر دم
کسی کو مثل شیطاں عُجب سے سر سوا دیکھا

علاوہ ایک معمولی سرائے کے۔ جو ہوتی ہے
ہر اک منزل پہ تیار ایک محل خوشنما دیکھا

مُہیا ڈاک بنگلوں میں ہر اک سامان رہتا ہے
اِدھر تیار دیکھی برف اُدھر گرم آب چا دیکھا۔

کہیں رستوں کا پُل دیکھا کہیں پُل دیکھا لوہے کا
کہیں پتھر کہیں لکڑی کے کُندوں کا بنا دیکھا

کسر باقی نہیں رکھی ہے کوئی بھی ریاست نے
کسی نے پائی گر تکلیف قسمت کا لکھا دیکھا

ہوا کشمیر میں داخل تو میں نے بارہ مولہ میں
سفیداروں کی پلٹن کو سرِ راہ پر جما دیکھا

ہرے کوٹ اور پتلونیں سفید۔ اُنکی یہ وردی ہے
برابر ہیں۔ کوئی اُن میں نہ چھوٹا اور بڑا دیکھا

اثر منظر کا کیا دل پر ہوا کچھ کہہ نہیں سکتا
سماں میری نہ آنکھوں نے کبھی پہلے یہ تھا دیکھا

سڑک پر نور کے تڑکے ہی اشرافوں سے ملنے کو
خروس صبح کی مانند کلگڑہ کو کھڑا دیکھا

ذرا جب آگے چلکر دیکھا اوپر بائیں جانب کو
یخِ دائم سے ہرمُکھ کی پہاڑی کو ڈھکا دیکھا

پہاڑوں میں یہ میدانِ وسیع اللہ کی قدرت
اور اُس میداں کو بھی ہر سو پہاڑوں سے گھرا دیکھا

زمرّد کی ہے گویا ایک کشتی اور گرداگرد
سفید الماس کا اِک حاشیہ اُسپر چڑھا دیکھا

شہر کا حال

ہری پربت کی چوٹی پر نمایاں قلعہ اکبر کا
اور اُس کے پہلو میں حمام مُلّا شاہ کا دیکھا

اُسی کے متصل ہی خانقہ مخدوم صاحب کی
میان شہر میں بہتا بہت گوار گھاوٹ پر
پرستاں کا تماشا دیکھنے کو شہر کے اوپر
یہاں پانی کی سڑکیں اور بے بہو نکی ہیں فلتنیں
نئی وضع کے پل دیکھے کدل کہتے ہیں یہاں جنکو
کلس رگھناتھ جی اور شاہ ہمدان کے نہیں پیتل کے
عجب لکڑی پہ نقاشی ہی اندر شاہ ہمدان کے
علی ثانیِ رضؓ بانیِ مسلمانی کی ہے درگاہ
مقابل اُسکے ہے نورِ جہاںؒ کی مسجدِ سنگیں
کلیم و قدسی و فانی غنی کی بھی زیارت کی
بہت سی مسجدیں دیکھی تھیں ہر طرزِ عمارت کی
کلس اُسکے طلائی خوبصورت اور بلند ایسے
ستون چوب اُسکے ساٹھ فٹ تک ہیں بلند جیسے
نہیں سایہ کسی مسجد میں ہوگا اتنا دنیا میں
ہے اس اعجوبہ دنیا کی یہ حالت کہ اب ہم نے
بجائے صحن پختہ اُسمیں دیکھی گھاس گھٹنوں تک
مقامِ شرم ہی اے اہلِ خطہ تم مسلماں ہو؟
تمہاری عیدگاہ اور شہر کی جامع کو دیکھا جب
تمہارے دوست روتے ہیں شکستہ دیکھکر اُن کو
مخل ہوتے ہیں جب کچھ ڈھنگ پڑتا ہی مرمت کا
اگر ایک ایک آنہ بھی کرو جمع ہر اک جی سے

کہ جن کے آستاں کو سجدہ گاہِ اولیا دیکھا
پر پرزیاں با عصمت کا ہر جا جھمگھٹا دیکھا
بہت اونچی جگہ تختِ سلیمانؑ کو بچھا دیکھا
بجائے کوچواں کے اُسپہ بیٹھا ناخدا دیکھا
ہوس بوٹوں سے دریا کے کنارے کو سجا دیکھا
محافظ دو فرشتوں کو کھڑا زیرِ سما دیکھا
سنہری ہر در و دیوار پر نامِ خدا دیکھا
برستا اُس پہ نورِ حق کو ہر صبح و مسا دیکھا
زمانہ نے کبھی جس کو نہ آباد اور بسا دیکھا
شکستہ حال زین العابدین کا مقبرا دیکھا
یہاں کی مسجدِ جامع کا نقشہ ہی جدا دیکھا
اُٹھا کر آنکھ جب دیکھا تو بگڑی کو گرا دیکھا
سیہ پتھر کا حوض اُس میں نہایت خوشنما دیکھا
مگر اس پر بھی صحن اُس کا نہایت ہی کھلا دیکھا
شکستہ ہر جگہ لکڑی کو چھت کو گرا دیکھا
بجائے لالہ و گل خار و خس کا بسترا دیکھا
حمیت اور غیرت کا دیا یاں کیوں بجھا دیکھا
تمہاری قدر و رفعت کو بہت دلمیں گھٹا دیکھا
خوشی سے مارتے پر دشمنوں کو قہقہا دیکھا
بظاہر گرچہ اُنکو دردمندی سے بھرا دیکھا
تو اکدم بھر میں ڈھیر اک سیم خالص کا لگا دیکھا

فقط ہے دیر کوشش کی وگرنہ اہل خطہ کا
اٹک سے لیکے ڈھاکہ تک مدد کو کیسا دیکھا

بعض نواح شہر

گیا جب سیر کو اک دن میں شالامار کی جانب
تماشا قدرتِ حق کا وہاں میں نے نیا دیکھا

ستون دیکھے سیہ پتھر کے ہیرے سے چمکتے تھے
اُچھلتا حوض میں چاندی کا پانی جابجا دیکھا

جہانگیر اور اُسکی جانِ جاں نورجہاں کو بھی
تخیل کی نگہ نے اب بھی وہاں پھرتا ہوا دیکھا

درخت اُنکے لگائے آجتک بھی ہیں مطیع اُنکے
چناروں کو کھڑا جس جا کیا تھا وہاں کھڑا دیکھا

شکستہ حوض اُنہیں رلتے ہیں خوں آرزو کی آنکھوں سے
ہر اک پتہ کو اُنکے حق میں مشغولِ دعا دیکھا

شبِ مہتاب میں اس باغ کا عالم نرالا ہے
خصوصاً نہر اور حوضوں میں جب پانی بھرا دیکھا

قریباً ڈیڑھ سو فوارے اکدم چھوٹتے دیکھے
کہ گویا باغ اک اشجارِ سیمیں کا لگا دیکھا

کہوں کیا چاندنی میں لطف کیا تھا آبشاروں کا
زمیں سے نور کی دیوار کو گویا اُٹھا دیکھا

نسیم جانفزا کا جھونکا آجاتا تھا گر گاہے
برستا بارشِ سیماب تر کو برملا دیکھا

نشاطِ یازدہ منزل سے دل آیا نظر ایسا
سمندر کو کرانچی میں کسی نے گویا جا دیکھا

پڑھا تھا یہ کہ گھر اور کھیت ہیں سب غیر منقولہ
یہاں گھر اور کھیتوں کو مگر چلتا ہوا دیکھا

گھر انکو یہاں لیئے پھرتے ہیں جس جا چاہتا ہے دل
زمیں کو یاں چُراتے ہیں عجب یہ ماجرا دیکھا

مسافر بھول جاتا ہے سبھی افکار دنیا کو
کنول کے کھیت کو جب اُسنے اِس ڈل میں کھلا دیکھا

نسیم آیا نظر واں سے اور اُسکے پاس حضرت بل
چناروں کا پرا دلکش کناروں پر جما دیکھا

دکھاتے ہیں وہ جب موئے مبارک دیکھ لو تم یاں
نہیں تم نے کبھی جو عاشقوں کا ولولہ دیکھا

نمونہ روزِ محشر کا نظر آتا ہے چھوٹا سا
بدیں کثرت وہاں لوگوں کو میدان میں کھڑا دیکھا

عجب تاثیر حق نے چشمہ شاہی کو بخشی ہے
سبک شیریں خنک پانی نہیں اِس سے سوا دیکھا

نہیں دنیا میں صحت گہ کوئی گلمرگ سے بہتر
جہاں فرشِ زمیں پر سبزۂ مخمل نما دیکھا

دکھائی دیتے ہیں وہ پھول زنگار رنگ ٹیلوں پر
کہ گویا فرش قالینوں کا قدرت سے بچھا دیکھا

سُنا ہے میں نے اک سیاح یورپ کو بھی یہ کہتے
مقام اُس نے نہ دنیا بھر میں ایسا جانفزا دیکھا

پہلگام اور سونہ مرگ اچھابل ۔ دوراہامہ
ویری ناگ اور مانس بل مٹّن اونرو جلا دیکھا

ہر اک جا اِن میں ہے ایسی کہ دل کو چھین لیتی ہے
زمیں میں پانوں کو چشمِ مسافر کی گڑا دیکھا

روایت ہے یہ عرفی سے دروغ اُسکی ہے گردن پہ
کہ اُس نے بال کو چینی کے دم بھر میں ہرا دیکھا

غلو شاعرانہ ہے یہ لیکن یہ کہوں گا میں
کہ چوبِ خشک کو ہوتے یہاں میں نے ہرا دیکھا

بنفشہ اسطوخودوس اور جدوار اور بیخِ قسط
ہر اک بوٹی میں اور گل میں نہاں تخمِ شفا دیکھا

کشمیر کے موسم

خزاں یاں کی ہے وہ رنگیں بہار اُس سے ہے شرماتی
کہ سب جنگل کو سُرخ اور زرد شالوں سے ڈھکا دیکھا

چنارِ شوخ کا پنجہ حنائے آتشیں سے سُرخ
بوقتِ رقص میدانِ ہوائی میں اُٹھا دیکھا

شفق سے مانگ کر جوڑا وہ آلوچہ نے پہنا ہے
روش پر باغ کی گویا کہ دُلہن کو کھڑا دیکھا

نہ پوچھو حال جاڑے کا نہیں کہنے کے کچھ قابل
غریبوں پر نہایت سخت اِس کا دبدبہ دیکھا

غریبوں کو امیروں کو مثال مور اور کژدم
بلا تمیز خوفِ برف سے گھر میں گھسا دیکھا

پہاڑوں کو درختوں کو چھتوں کو اور سڑکوں کو
زمیں کو آسماں کو برف میں بالکل چھپا دیکھا

نہ ہو گر کانگڑی چھاتی پہ مر جائے ہر اک مسکیں
کہ خوں کو دَور میں رکھنے کا اِسمیں فائدہ دیکھا

نصارےٰ کیا یہودی کیا مسلماں اور کیا ہندو
ہر اک کو موسمِ سرما میں زرتشتی بنا دیکھا

طبیعت کو بنا دیتا ہے جاڑا ایسا پژمردہ
نہیں اِس ملک میں ہر گز نشان کو چہچہہ دیکھا

چنارِ شوخ بھی کھو بیٹھتی ہے تب جوانی کو
کہ اُن ایام میں اُسکو بھی زال بے نوا دیکھا

یہ بُڑھیا مانتی ایسا ہی اُس موسم میں ہستی کو
کہ اُسکو سبز روئی کے گالوں میں چھپا دیکھا

کشمیر کے باشندے

ہیں حسن و رنگ میں مشہور عالم عورتیں یاں کی
لباس انکا مگر میں نے بہت ہی بدنما دیکھا

زناں گھر گھر میں ہے پانی بھرو ہوتی ہیں کم کپڑے
ہزاروں میں کسی اک کے نہ کپڑوں کو صفا دیکھا

سوا اک ڈھیلے کرتہ کے گلو سے لیکے ٹخنے تک
بجز شال سر کے اور نہ کوئی پارچہ دیکھا

نہ آسائش نہ زیبائش نہ پردہ اور نہ حفظِ تن
نہیں معلوم کیا واضع نے اسمیں فائدہ دیکھا

زمیندار اور اہلِ ڈل تو کچھ معذور ہیں لیکن
یہ اہلِ شہر سے پوچھو کہ تم نے اسمیں کیا دیکھا

یہ مانا اک زمانہ میں تمہاری گلیاں تھیں گندی
مگر شلوار کو تم نے نہ اب کیوں آزما دیکھا

حیا و عصمت و عفت تو اب تک ان میں ہے باقی
جواں اور زال سب کو باحیا اور باوفا دیکھا

ذہانت اور اطاعت اہلِ خطہ کی مسلّم ہے
قناعت اور قدامت کا نشاں بھی جا بجا دیکھا

پڑا ان کو بھی کچھ اب تک نہیں ایجاد کا چسکہ
مگر ہاں نقل کرنے میں طبیعت کو رسا دیکھا

تنازع اور جرائم کی طرف سے میل کم لیکن
جھگڑ جب بیٹھتے ہیں انکو ضدی بھی بڑا دیکھا

اسی پوشاک بے معنی و خوراکِ شبینہ کا
نتیجہ ہے کہ انکو بزدلی میں مبتلا دیکھا

ہوئے ہیں ظلم کے عادی کچھ ایسے اب کہ انمیں سے
بہت کم ایسے ہیں جنکو شرافت آشنا دیکھا

خوشی سے وہ نہ دینگے چیز پیسہ کی اٹھنی میں
خوشامد لاکھ کر دیکھو تماشہ یہ نیا دیکھا

لگاؤ ایک جوتی اور گالی دو اگر پہلے
تو دیتے چیز کو باصد خوشی غیر از بہا دیکھا

ہر اک جا ایک تیرتھ ہی جدہر دیکھو زیارت ہے
بہت خوش اعتقاد انکو بہت ہی باخدا دیکھا

نمازیں اور پوجائیں فرشتوں کی سی ہیں ان کی
اثر باقی نہ معبد سے مگر باہر ذرا دیکھا

توکل انکا ہے ایسا کہیں گر آگ لگ جائے
نہ لاکھوں میں کسی کو بھی ہلاتے دست و پا دیکھا

عوض اسکے کہ پانی لا کے دریا سے بجھاویں وہ
رواں آنکھوں سے پانی اور زباں پر یا خدا دیکھا

مگر حالت ہی انکی فی الحقیقت رحم کے قابل
کہ آئے دن نئی آفت میں انکو مبتلا دیکھا

کبھی آگ اور کبھی پانی کی طغیانی سے ویرانی
اگر جلنے کے ڈر سے گھر بناتے ہیں نہ پتھر کے
بناتے ہیں نہ لکڑی کا جو گھر بھونچال کے مارے
مگر وہ ظلم جس نے انکو کر ڈالا تباہ یہ ہے
یہ تھی امید انگریز اس بلا کو دور کر دیں گے
یہاں تم دیکھ لو آکر ہزاروں کیا کہ لاکھوں میں سا
پٹھانوں اور سکھوں نے کچل ڈالا نہیں بالکل
شکستیں دیں تھیں جن لوگوں نے اکبر کے بھی شیر دل نکو
عداوت اور نفاق باہمی ہے اس قدر ان میں
کوئی ہو جائے انمیں سے اگر قسمت سے طاقتور
نہ ہوگا قوم کش ایسا کوئی فرقہ بھی دنیا میں
نہیں ہیں پوچھتے مر جائے ہمسایہ اگر بھوکا
نہ تحریر اور تقریر انکی قابل ہے بھروسے کے
نہ ان پر حصر ہے کچھ خود غرض ہوتا ہی ہر انسان
بھرا ہے مغز میں انکے نہیں ہمسا کوئی دانا
اگرچہ اس قدر سردی ہے یاں لیکن تعجب ہی
یہی شاید سبب ہوگا کہ اس کثرت سے ہیں گنجے
ملنساری طبیعت میں ہے اور مہماں نوازی بھی
فدائے قوم اب تک ایک بھی دیکھا نہیں انمیں
یہ سمجھو حال ہے اکثر کا ورنہ چند ہیں ایسے
ہوا ہے سنہ جب سے اس جگہ بازار پشمینہ

کبھی قحط اور کبھی ہیضہ کبھی یاں زلزلہ دیکھا
تو بھونچالوں کے صدمے سے ہر اک گھر کو پھٹا دیکھا
محلوں کے محلوں کو یہاں اک دم جلا دیکھا
کہ بیگاروں میں جانیکا ہر اک دم خرخشہ دیکھا
مگر ان کو ہی اس آفت کا اب تو رہنما دیکھا
نہیں وہ پاؤں کا اب تک اگر تم نے گڑا دیکھا
نہ بعد ان کے کسی نے کوئی ان میں سورما دیکھا
شغالوں سے اب اولادوں کو انکی بھاگتا دیکھا
عدو بھائی کا بھائی اور بیٹا باپ کا دیکھا
تو ہاتھ اپنوں ہی پر پہلے اسے کرتے صفا دیکھا
یہی باعث کہ ان کو یوں ذلیل و بینوا دیکھا
نہیں تو دیکھ سکتے بھائی کو بھی گر بجا دیکھا
دروغ اور جعل کو ایسا طبیعت میں رچا دیکھا
مگر ہاں خود پسندی کا مرض انمیں بڑا دیکھا
اسی باعث سے جعل اور جھوٹ میں انکو پھنسا دیکھا
کہ ہندو یا مسلماں ہو ہر اک کا سر منڈا دیکھا
کہ ستر میں ساٹھ کے سر کا چمکتا تاڑ سا دیکھا
کسی کو ان میں لیکن شاذ بے زور و ریا دیکھا
جسے دیکھا اسے خود کام خود بیں خودنما دیکھا
کہ جن کو ہر جگہ ہر دم کسوٹی پر کھرا دیکھا
کل اہل شہر کو فقر و عنا میں مبتلا دیکھا

نہ کھانے کو انہیں وقت بھر کر پیٹ ملتا ہے   نہ کپڑا جسم پر کافی نہ جوتی میں تلا دیکھا
دعائیں جان کو لارنس کی دو ہے طفیل اُس کا   زمینداروں کی حالت کو جو کچھ سنبھلا ہوا دیکھا
میسر ہو نہ کھانے کو تو کچھ پروا نہیں اُنکو   مگر دہ باش و شہری کو فدائے آب جا دیکھا
علاوہ صرف بیجا کے یہی نقصان اِس جا میں   کہ چہروں پر جو رنگت تھی اُسے بالکل اڑا دیکھا

کشمیر کے مسلمان

اگرچہ ہر جگہ افلاس کا غلبہ ہے خطہ میں   مسلمانوں کا لیکن حال یہاں بالکل بُرا دیکھا
نہ اُن میں علم اور دولت نہ عزت اور حکومت ہے   تجارت کے اصولوں سے انہیں ناآشنا دیکھا
اگر حرفت سے آدھا پیٹ بھر لیتے ہیں چند اُنمیں   تو اُس پر بھی حریفوں کا دہانِ آز وا دیکھا
نہ تو دربار میں اُنکی رسائی اور نہ لشکر میں   مگر ہاں کفش برداروں میں اک دو کو کھڑا دیکھا
دفاتر اور مدارس اور عدالت میں وہ ہیں عنقا   ہوا کیا پانچ دس کے جو گلے میں پر تلا دیکھا
قصور ان کا ہی خود کچھ اور کچھ ہی دوسروں کا بھی   بیاں کرنا بہ تفصیل اسکو میں نے ناروا دیکھا
علاج اس غفلت و افلاس کا پوچھو اگر مجھ سے   تو چلتا نسخہ اِسکے واسطے تعلیم کا دیکھا
اگر ہو اتفاق اس کثرتِ تعداد کی ہمراہ   تو یہ جانو کہ تم نے کام اپنا سب بنا دیکھا
حقیقت میں رعایا تم بھی ہو اُس شاہ عالم کی   نہ سورج کو کسی نے جس کی حد میں ڈوبتا دیکھا
رزیڈنٹ اُسکی جانب سے نگہباں ہے غریبوں کا   تو پھر کیوں تم کو ایسا خائف اور بے حوصلہ دیکھا
فقط ہے اتفاق اور کوشش کی کمی ورنہ   ذہانت میں نہ میں نے کوئی تمسا دوسرا دیکھا
تمہارے بھائی بھی پنجاب کے دینگے مدد تم کو   کہ ایسے وقت میں بھائی کو کب دیتے دغا دیکھا
مدد اپنی کرو آپ اور نہ دیکھو غیر کی جانب   کہ وہ ڈوبے گا جس نے دوسرے کا آسرا دیکھا
نہ ہونا چاہیے بددل کہ مثلِ دلو ہے دنیا   کبھی جاتا اُسے خالی کبھی آتا بھرا دیکھا
تمہیں فرصت نہیں ہے باہمی جھگڑوں سے اور میں نے   نتیجہ خانہ جنگی کا ہمیشہ ہی فنا دیکھا

عذرِ مصنف

محبت ہی مری اس یاوہ گوئی کا فقط باعث ۔۔۔ وگرنہ کس نے عارف کو کبھی ہرزہ درا دیکھا
نہیں ہوتا کوئی عاقل خفا آئینہ پر ہرگز ۔۔۔ سمجھنا یہ کہ تم نے بھی اٹھا کر آئینہ دیکھا
بہت گھبرا کہیں جو رنگ اِس تصویر میں دیکھو ۔۔۔ کیا ہے میں نے دانستہ کہ اسمیں فائدہ دیکھا

خاندانِ شاہی

لبِ دریا محلاتِ شہی سر بر فلک دیکھے ۔۔۔ دیا اور دھرم میں اُنکے پتی کو دیوتا دیکھا
فقیروں کا اُسے داس اور ایشور کا پجاری ۔۔۔ اناتھوں کا اَن داتا ادھنوں کا پِتا دیکھا
نہ پایا دوسرا ایسا کوئی عابد کوئی زاہد ۔۔۔ فلک نے مشعلِ خورشید لیکر جا بجا دیکھا
ذخیرہ ہے وہ معلومات کا ہر شئے سے ہی واقف ۔۔۔ غضب ہے یاد اُسکی اور بلا کا حافظہ دیکھا

راجہ امر سنگھ صاحب بہادر شاہزادہ میاں ہرسنگھ صاحب بہادر

وہ بھائی اُسنے پایا ہی خدا کے فضل سے یکتا ۔۔۔ کہ کرتے ادنیٰ و اعلیٰ کو یاں اُسکی ثنا دیکھا
یہ ہے مانا ہوا سب نے کہ کشتی ریاست کا ۔۔۔ بوقتِ شورشِ طوفاں اُسے ہی ناخدا دیکھا
محافظ ہے قواعد کا وہ اور قانون کا شیدا ۔۔۔ ہمیشہ اسلیئے حق بیں اُسے اور حق نما دیکھا
غلام اُنکا ہے جو چلتے ہیں سیدھے اور سچے ہیں ۔۔۔ مگر کج بین و کج سیرو کے لیئے کچھ کج ادا دیکھا

لہ یتیم ۱۲ ؎ نوکر ۱۲

وہ ہی خورشید درخشاں اور دشمن اسکا شپرچشم — چراغِ حاسدِ بد سامنے اُسکے بجھا دیکھا
دیانت کا نہیں ہے قدرداں بڑھکر کوئی اُس سے — اگر اُسنے دیانت کو کسی کی آزما دیکھا
کوئی ہو خیر خواہ ایسا نہیں ممکن ریاست کا — مثالِ بھیم و ارجن اُسکو بھائی پر فدا دیکھا
نہیں شاکی کسیکو پایا اُسکی ذات سے ہرگز — مگر ہاں چشم حاسد نے بہلوں کو بھی بُرا دیکھا
خوشی سے دیکھنے والے کی باچھیں کھل گئیں فوراً — کہ جس دم اُسنے دو پھولوں میں اک غنچہ کھلا دیکھا
ہواخواہوں کی آنکھوں کے لیئے ٹھنڈک ہے یہ غنچہ — بمثلِ خار اُسے دشمن کی آنکھوں میں چبھا دیکھا
پھلے پھولے یہ غنچہ اور گل صدبرگ بنجائے — یہی ہر شخص کو اُسکے لیئے کرتے دعا دیکھا

ذکر العارفین

ترجمۂ

ورد المریدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضلِ حق سے حال میرا دمبدم بہتر ہوا — شیخ حمزہ جب سے میرا مرشد رہبر ہوا
چونکہ تھا ہمنام عمِ حیدرِ خیبر شکن — یوں جہادِ نفس میں وہ ایسا زور آور ہوا
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا کے شوق میں تھا گرم رو — راہ حق میں۔ اِسلیئے ہادیِ بحر و بر ہوا
جب کیا حق نے عطا علمِ لدُنی اُسکو سب — علم اسرارِ خدا حاصل اُسے اکثر ہوا
مشکلاتِ وارداتِ سالکاں کا حل و نقل — واسطے اُسکے نہایت سہل و آساں تر ہوا
اُسپہ سب اسرار فرقاں سربسر تھے جلوہ گر — اسلیئے قرآں بآسانی اُسے ازبر ہوا
تھا شریعت کا وہ ماہر اور طریقت کا ولی — سینہ اُسکا اسلیئے اسرار کا مصدر ہوا
ہو گیا علم الیقیں جب اُسکا سب عین الیقیں — رتبہ حق الیقیں کا مہبط و مصدر ہوا
سالہا فرطِ ریاضت سے نہ سویا ایک دم — اسلیئے دہر میں وہ اذکر و اشہر ہوا
منظرِ عرش آشیاں تھا اُسکے مرغِ روح کا — اسلیئے وہ شائقِ دنیا نہ اک دم بھر ہوا
مرجعِ اصلی تلک وہ شوق سے اُڑتا گیا — جذبۂ حق طائرِ سیار کا بال و پر ہوا
عالمِ ملکوت اور جبروت کی بھی سیر کی — بعد ازاں لاہوت میں بھی جاکے جلوہ گر ہوا
سیر محبوبانہ اُسکی تھی کنارِ صدر سے — کیونکہ وہ قبل از عبادت کشف کا مظہر ہوا

حال اُسکا ہوش در دم خلوت اندر انجمن — خلوت اور صحبت میں رہبر یکساں اور بحیر ہوا

ہوش کا کیا ذکر۔ تھا حاصل شہودِ دائمی — چونکہ فانوس سر بی یبصر اُسکا سر ہوا

مخلصوں کے واسطے صحبت ہی اسکی جمعِ دل — رفض کے یاجوج کا وہ سدِّ اسکندر ہوا

رخصتِ ارشاد گو حاصل اُسے مدت سے تھی — پھر کبھی اُسکو نہ شوقِ شیخی و لنگر ہوا

دشمن شہرت تھا وہ۔ دلدادۂ عزلت تھا وہ — دفتر ارشاد کا گرچہ وہ سر دفتر ہوا

مولد و مسکن تھا اُسکا کشورِ کشمیر پاک — مورد اُس مخلص کا بھی آخر وہی کشمیر ہوا

یہ شہادت دو تمام عالم میں تم اے جن و انس — خاکِ پا خدامِ اس درگاہ کی یہ احقر ہوا

پیر حقانی ہے وہ لازم ہے اُسکی پیروی — کجرووں کے واسطے گویا کہ اک مسطر ہوا

تائبِ صادق کی توبہ رد نہیں کرتا کبھی — جس کو کی تلقینِ ذکر اک بار وہ ذاکر ہوا

آفتابِ آسمانِ عالمِ ارشاد ہے — ہے قصورِ ناقصِ کم بیں کہ خود شپر ہوا

ہاتھ پر جب ہاتھ رکھا اُسنے بیعت کیلئے — دل مریدِ باصفا کا روشن و انور ہوا

اور کیا جسکو عطا اس نے کلاہ پوستین — واسطے اُسکے وہ ثابت ایک تاجِ زر ہوا

خرقہ اُسکا جنگ شیطاں کے لیے ہے اک زرہ — اور عصا نیزہ ہے مہلک طاقیہ مغفر ہوا

جو مصلا اور عبا اُس نے عنایت کر دیا — وہ جہادِ نفس میں راہوار اور بکتر ہوا

ورد کی گر دی اجازت ذکر کی تلقین کی — وہ کمان و تیر اور یہ تیغِ با جوہر ہوا

قطبِ حق سید جلال الدین کے چشمِ فیض سے — وہ ہر اک گم کردہ رہ کا ہادی و رہبر ہوا

تھا یہ تعلیم جناب قطب عالم کا طفیل — خاندانِ سہروردی کا جو وہ مفخر ہوا

قطبِ عالم کون ہے؟ وہ سید جلال الدین اُچ — یعنی مخدومِ جہاں جس کا لقب اشہر ہوا

روضۂ پاکِ نبی سے بہرِ اثباتِ نسب — یا بُنَیّ حی جناب جسکے لیے مظہر ہوا

"جاؤ واپس اور کرو اہلِ وطن کی رہبری" — خواب میں اُسکو یہی حکمِ شہِ اطہر ہوا

ہو سکیں کیونکر بیاں اُسکے مقاماتِ علےٰ — گنگ ہے میری زباں گامِ بیاں اقصر ہوا

خطۂ پاک زمینِ اوچ کو ملک سندھ میں — حاصل اسکے مرقدِ اقدس سے زیبِ فر ہوا
تھا وہ ہر اک خانوادہ سے اگرچہ مستفید — سہروردہ اور چشت کے پر فیض کا مظہر ہوا
فیض سے اس سلسلہ کے رشد کا چرچا مگر — شہروں اور قریات میں اس ملک کے گھر گھر ہوا
ہے امیدِ فیض و لطف اس سے کہ جس کا فیض عام — پیروں کے حق میں جاری تا دمِ محشر ہوا
تھا وہ اپنے دور کا صاحبقرانِ قیل و قال — شیخ گو۔ ہر اک ہمارا رشد کا محور ہوا
ابر کی مانند ہر اک ان میں سے فیاض تھا — مثل باراں فیض ان کا عام دنیا پر ہوا
ان مشائخ کا وسیلہ رشد اور آداب میں — تا رسولِ پاک بیشک مرتضیٰ حیدرؓ ہوا
تشنگی کی فکر ہم کو کیوں بھلا ہو روزِ حشر — منبع جب اس سلسلہ کا ساقیِ کوثر ہوا
عروۃ الوثقیٰ و حبل اللہ یہی ہے سلسلہ — زور سے جسنے اسے پکڑا وہی بیڑہ ہوا
خاندانِ سہروردی کی نہیں کشتی کو خوف — حُبِ اہلِ بیتِ احمد اُس کا جب لنگر ہوا
صحبتِ پیراں سے بہتر کوئی بھی طاعت نہیں — یہ وصیت میں علیؓ کو حکمِ پیغمبر ﷺ ہوا
ذکرِ حق کرنا طریقت میں رہِ نزدیک ہے — جس طریقہ سے معلم ذکر کا صفدر ہوا
خاکِ پا ہیں ہم غلامانِ علیؑ کی اے سفیہ — اس لیئے آقا ہمارا خواجہ قنبرؓ ہوا
شیعہ اور سُنی میں ایسا فرق کچھ ہوتا نہ یہ — سبِ اصحابؓ بھی اُس سے بدعتی اکفر ہوا
ہے سلوکِ راہِ حق کا سودا جس سر میں کسی — ان خصائلِ ہشتگانہ کا لزوم اُس پر ہوا
وحدت و ذکر و وضو و نفی خواطر ربطِ قلب — صمت و تقلیل و رضا کا بھی عمل اکثر ہوا
گلشنِ ارشاد مخدومِ زمانہ کے لیئے — آب کش لطفِ خدا سے خستہ پیکر ہوا
حکمتِ افعال کو اُسکے سمجھنا اے عزیز — مردمِ موسیٰ صفت کی عقل سے برتر ہوا
اُسکی صحبت کا شرف منظور ہے تو یہ نہ پوچھ — کیوں گلوئے طفل پر قائم سرِ خنجر ہوا
آپ چونکہ خضر ہے وہ آب جاری اسلیئے — باعثِ تسکین و آرامِ دلِ اطہر ہوا
سالہا کرتا رہا ہے غسل وہ ہر صبح کو — قلب اُسکا اسلیئے پاک اور مطہر ہوا

خلوت و بازار میں وہ فرق کچھ کرتا نہ تھا ۔ پر پسندِ خاطر اسکو وہ چہ اِسرا ہوا

ہمدمی روح حق سے تھا شرف حاصل اُسے ۔ سانس اُسکا اسلیئے جاں بخش و جاں پرور ہوا

نسبت صحبت قوی اُسکی ہی یوں عیسےٰ کیساتھ ۔ مثلِ عیسےٰ پاک اُسکا مولد و محشر ہوا

مثلِ عیسےٰ بے زن و فرزند ہی پر ہر مرید ۔ مرد ہو یا زن اُسے اولاد سے بہتر ہوا

باب میں توبہ کے فرمایا کہ تائب ہے وہی ۔ جسکو ہر بیگانہ زن کا منہ رُخِ خواہر ہوا

اِس فرشتہ وش کی ہر دو چشم عبرت بین ہیں ۔ مرد صاحب ریش بھی مستور و چادر ہوا

دیدہ حق بیں میں اُسکی کیا سیہ اور کیا سفید ۔ نور حق کا در حقیقت مطلع و مظہر ہوا

سالہا صائم رہا ہے مثلِ عیسےٰ اب بھی گو ۔ باطناً روزہ ہی اُس کا ظاہراً مفطر ہوا

صوم کی تاثیر سے نارِ فراق اسپر ہے سرد ۔ کیونکہ روزہ دفع آتش کے لیئے اسپر ہوا

دیکھا ہے ہمرہ نبیؐ کے بارہا اصحابؓ کو ۔ اسلیئے وہ مذہبِ سُنت میں راسخ تر ہوا

چونکہ صحبت سے مشرف وہ ہوا ہی برملا ۔ اِس لیئے اسکا شمار اصحابؓ میں آکر ہوا

متقی ہر ایک ہے آلِ نبیؐ میں منسلک ۔ اسلیئے باغِ نبیؐ کا وہ بھی اِک نو بر ہوا

چونکہ معناً آل و اصحاب نبیؐ میں ہی شمول ۔ دشمن اسکا رفض سے اور نصب سے کافر ہوا

عالم اِس اُمت کے چونکہ انبیاء کے ہیں نظیر ۔ اِس لیئے وہ بھی نبی خطہ کشمیر ہوا

شیخ نجم الدین کبریٰ سے بھی پہنچا اُسکو فیض ۔ اِس لیئے وہ عالمانِ عصر سے بڑھکر ہوا

واسطے اِسکے کہ ہو ضبطِ تعمیر سلوک ۔ دِنس قواعد ذیل کے بتلا گئے وہ رہبر ہوا

توبہ زہد و توکل عزلت و ذکر و رضا ۔ فرض صبر و خلق متوجہ مراقب پر ہوا

اور اسی طرح خدا کے فضل سے فی الواقعہ ۔ خوشہ چین وہ ہر ولیِ اصغر و اکبر ہوا

ہر کسی سے سیکھہ کر کیفیت ذکر و دعا ۔ رہبری کے واسطے وہ شیخ دانشور ہوا

سورۂ یٰسین کی ہمراہ دعائیں کیں جو ضم ۔ وِرد اُس کا اسمِ اعظم جملہ سر تا سر ہوا

جب پڑھا یہ وِرد ایسا آیا حیدر کو نظر ۔ منہ سے اُسکا اِک کبوتر نفس ظاہر ہوا

حرز مونس کا ہمیشہ وِرد بھی رکھتا ہے وہ ۔۔۔ ہر نبی اور ہر ولی کا وِرد یہ یا ور ہوا
حرز حزب البحر کی بھی ہے اجازت مستند ۔۔۔ گرمی اور تاثیر کا اُسکی بھی وہ مظہر ہوا
ہفت آیات اُسنے جب ان مشائخ سے پڑھے ہیں ۔۔۔ گرد اِسکے حفظ حق کا قلعۂ بے در ہوا
پڑھتا تھا حرز یمانی اولیا کا اک گروہ ۔۔۔ ایک بار اُسنے سنا اُسکو وہیں ازبر ہوا
جب پڑھا اوراد فتحیہ کو اُسنے شوق سے ۔۔۔ اک گروہ اولیا موجود شیر اسر ہوا
مخلص اسکے اِسقدر طرفوں سے ہیں جب فیضیاب ۔۔۔ گو عمل تھوڑا ہے اُنکا فیض زائد تر ہوا
پیر سمنانی کا قول آتا ہے صادق اِس جگہ ۔۔۔ شیخ جتنے ہوں زیادہ رستہ روشن تر ہوا
آتش گرمیِ ذکرِ چار ضربی کے طفیل ۔۔۔ ظاہر اکثر اُسکے سر میں آکے دردِ سر ہوا
ہے وہ سلطان اور ذکر پاس انفاس اُسکا تاج ۔۔۔ چار ضربیں چار ترک اور ہر نفس گوہر ہوا
قوتِ حبسِ نفس حاصل ہے اُسکو اِس قدر ۔۔۔ صبح تک لیکر عشا سے ایک دم باہر ہوا
ذکر سے کرڈالا ہم نے سوختہ اکلِ مشتبہ ۔۔۔ یہ کہا جب مورد اُسکا قریہ بنر ہوا
ہے نہ عمر اُسکی زیادہ لیک آتش ورزِ عشق ۔۔۔ حقۂ دُروانہ و نداں کا غارت گر ہوا
کثرتِ سوزِ نہاں سے جل بجھا ہے وہ تمام ۔۔۔ سینہ پر آتش اُسکا گویا اک مجمر ہوا
پُر ہے بیشک سینہ اُسکا آتش بے دود سے ۔۔۔ رنگ چہرہ اِس لیئے مانند خاکستر ہوا
سینہ سے اُسکے نکلتی ہے جب آہِ آتشیں ۔۔۔ چشم اہلِ کشف کو ظن سہر اخگر ہوا
کل تجلیات ذاتی اور صفاتی کا ظہور ۔۔۔ ذات سے اُسکی بفضلِ خالقِ اکبر ہوا
ہوتی ہے جب آتش عشق تجلی شعلہ کش ۔۔۔ وہ مزاح و خندہ سے تسکین وہ آذر ہوا
اُسکا ہے ضحک و مزاح بھی کچھ نہ کم تسبیح سے ۔۔۔ اعتراض اسپر نہ کر یہ فعل پیغمبر ہوا
کلمینی یا حمیرا کا خطاب شوق بھی ۔۔۔ ایسے ہی حالات میں زیب لب سرور ہوا
کہتا ہے جاہل کہ ہوتے ہیں فقیر اکثر غنی ۔۔۔ ہو بہو قرآں میں نازل قولِ بدگو ہر ہوا
حشمت اور فقرِ حقیقی میں نہیں کچھ بھی تضاد ۔۔۔ قائل الفقر فخری شاہ بحر و بر ہوا

نیک و بد رب کے لیئے ہوتے ہیں صوفی خیر محض / دشمن اُنکا ہر طرح سے مستحق شر ہوا
منتہی کو کثرت اسباب سے نقصاں ہی کیا / مانع ابراہیم کو کب رشتۂ آذر ہوا
چشم کامل میں نہیں ہی سیم و زر کو اعتبار / سیم ہے خاکِ سفید اور خاک اصفر زر ہوا
جو تجھے مشغول ذکرِ حق سے دنیا میں کرے / وہ ہی دنیا گرچہ وہ اک ذرۂ احقر ہوا
ذکر حق سے دور کر دیتی ہی حُبِ جاہ تجھے / عین دنیا درس و حفظ و خرقہ و مطہر ہوا
جاہ و شوکت سلطنت تک کی نہیں مانع کبھی / اولیائے وقت میں سے اک شہ سنجر ہوا
السّمِیعُ والبَصِیرُ کا بھی ہی وہ جلوہ گاہ / اُس پہ وا یوں کل مغیباتِ جہاں کا در ہوا
المُرِیدُ کی تجلی اسمیں ہی جلوہ فگن / اسلیئے اُسکے ارادہ کا ظہور اکثر ہوا
وہ جلال ذات حق کا پرتوہ ہی اس لیے / نور آثار جلالیت کا بھی مظہر ہوا
کبر ہے معدوم اسمیں کبریائے حق مگر / ظاہر اُس سے مثل فخر صادقاں جعفرؓ ہوا
لاتقولُوا حکم پیغمبرؐ ہے پر اسوقت میں / عامل اس قول نبیؐ کا شیخ ہی اکثر ہوا
گو وقار اُسکا گراں دل پر ہی حاسد کے بہت / کشتئ ارشاد کا لیکن وہی لنگر ہوا
پرتوِ اسم غنی بھی اسمیں ہی جلوہ کناں / اسلیئے احساں میں ہر مخلوق سے برتر ہوا
ہی نظر میں اُسکی یہ بیقدر تر درویش سے / کوئی شہ رتبہ میں گر جمشید اور قیصر ہوا
الکریم کی تجلی اسمیں ہے جلوہ کناں / اسلیئے پیارا اُسے ہر مخلص و چاکر ہوا
اہل کبر و عُجب و بدعت کیلئے وہ تلخ ہی / اہل دیں کیواسطے شیریں تر از شکر ہوا
اہل عالم کے لیئے وہ ظل حق ہی اک ہما / نور بخش مخلصاں مثل شہ خاور ہوا
کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ آنکھیں کہ جنکا آئینہ / ہر فجر کے وقت وہ روئے نکو منظر ہوا
ہم شگفتہ ہوتے ہیں دیدار رخ سے اسطرح / دیکھکر خورشید کو جس طرح نیلوفر ہوا
شوق میں دیدار کے اِک سانپ نے کی جاں فدا / جب شرف اُسکے پا سے چشمۂ کوثر ہوا
چند تا شیوں تجلیات کی، کی ہیں رقم / طاقتِ خامہ سے اُنکا حصر تو باہر ہوا

کمترینِ بندگانِ خاکِ درِ مخدوم بھی — دیکھ پے درپے کرامت اَمر شاکر تر ہوا

کشفِ قلب اور کشفِ قبر انکے علاوہ اور بھی — طرح طرح کی کراماتوں کا وہ مظہر ہوا

اکثر الاوقات ناظم کو بھی کشفِ قلب سے — صاف وہ بتلا دیا تھا دل کے جو اندر ہوا

نعمت اللہ کو بھی جو تھا صاحبِ کشف و کمال — دل کی باتوں کی طرف فوراً اشارہ گر ہوا

مُلا احمد موضع چاگل سے جب چلنے لگا — دی خبر اور واقف اس سے قریہ بحر ہوا

رات کو خواجہ علی نے کی ہریسہ کی طلب — صبح کو طاس ہریسہ حاضر آدر پر ہوا

مخلصانِ بحر و بر کے حال سے واقف ہے وہ — اُسکے دل کے روبرو دنیا کا خشک و تر ہوا

خواجہ زین الدین اجازت سے سفر میں جب گئے — واقف اُسکے حال سے روزانہ وہ سرور ہوا

بارہا بتلایا احوالِ قبورِ رشیاں — مورد اُسکا جب جوار اور عیش اور پیشکر ہوا

اپنے والد کے مزارِ پاک کی بھی دی خبر — جو کہ مدفونِ جوارِ قریہ تیجر ہوا

پاس اُسکے بدعتی آتے بدلکر جب لباس — ہو بہو حال اُن کا ظاہر اہلِ محفل پر ہوا

سونگھ کر بُو اور صورت اُنکی فوراً بھانپ کر — یہ کہا سُنی نہیں یہ اور یہ کیشر ہوا

تھی مشامِ پاک کو اُسکی نہ تابِ گندِ بُو — بدعتی کا اِس لیئے فوراً وہ پردہ در ہوا

ظلم گھوڑے پر کیا تھا اپنے اللہ داد نے — اُس مُنے کی فریاد جب اصطبل کے اندر ہوا

چنگ اور نَے کی سماع سے گرچہ نفرت ہے اُسے — ذکر سُن لیتا ہے گو موجود ان مزمر ہوا

ایک دن فرمایا یہ ہم ہنندہ جاویداں — جب تجلیٔ حیاتِ کل کا وہ مصدر ہوا

نشر و طیٔ وقت اور دیگر کراماتِ بدیع — ظاہر اُس سے ہوتی تھیں یہ تجربہ اکثر ہوا

فضلِ خالق سے گیا دو سال میں اک حج ادا — واسطے اُسکے مسخر جبکہ بحر و بر ہوا

زائرانِ یثرب و بطحا نے واں دیکھا اُسے — اور یہاں تھا جو زیبِ مسند و بستر ہوا

جاتا تھا اکثر علی صوفی جو ایلاغات میں — قبلۂ حاجات ظاہر وہ ہوا اُسپر ہوا

بارہا امداد رنگوڑار مخلص کے لیے — جا وہ پہنچا اور وہ سوپور جب لشکر ہوا

خواجہ عثماں قول کو بھی کی ہدایت برملا
ہو گیا اُس کا جب نہ یارت گاہ وہ راہبر ہوا

شہر میں جب اک ملازم سے ہوئی تقصیر کچھ
تادبل سے اک طمانچہ مصلح نوکر ہوا

حاجت امداد جس جا پر مریدوں کو ہوئی
اُنکے آگے چہرۂ پاک آکے جلوہ گر ہوا

راہ تبت میں مقام دیوسو کے برف میں
دستگیر خواجہ زین و حاجی اکبر ہوا

سندھ ون میں وقت خفتن لیکے کھانیکا طباق
عین موقع پر مُمِد مخلص لولر ہوا

دستگیری جا کے کی کشتی میں اللہ داد کی
جب وہ صوفی مبتلائے موج پہیا سر ہوا

اکتسابی تن سے اپنے وہ سفر میں ایک رات
رہنمائے روپ پیشی ساکن اولر ہوا

سندھ میں دیکھا اُسے جو پائے ہو درویش چند
اعتقاد مخلصانہ اُن کا پھر رہبر ہوا

دیکھی ہیں ہم نے کراماتیں یہ اُس سے بارہا
مرتبہ ابدال کا ظاہر تو تھا ظاہر ہوا

حاصل اُسکو تھا لدنی علم یہ تحقیق ہے
تجربہ تعبیر رؤیا میں ہمیں اکثر ہوا

خواب اُسکا کہ دیا کہنے سے پہلے سب بیاں
تائب اگرچہ وہ ملا احمد اصغر ہوا

خواب کے اکثر بتا دیتا تھا سب واقعات
سائل تعبیر جب کوئی مرید آکر ہوا

ایک سائل نے کہا دل سے بنا کر اپنے خواب
فوراً اُس سے وہ مخاطب بعد ازاں کا تفقد ہوا

مخلصوں کے اپنے اُسنے کر دیا تھا دلنشیں
وہ تجلی اور تکلم دونوں کا مظہر ہوا

چھو سے جنگے ہو گئے بیمار تھے جو نا امید
والد خواجہ حسین اور خواجہ خود جانبر ہوا

یا رحمیت کی تجلی اُسپہ تھی جب جلوہ ریز
ایک کو فرمایا مرجا۔ مردہ بر بستر ہوا

کور چشم اُسکی دعا سے ہو گئے بینا کئی
خاصکر یوں بینا وہ نستج کا چر ہوا

ہو گئے مفلس کئی اُسکی دعا سے بانوا
تھا بہت قلاش دولتمند یوں نونر ہوا

بادہ نوشی سے ہوئی نفرت اُسی حال میں
تائب اُسکے ہاتھ پر جب رینہ موسر ہوا

اسکی آواز تلاوت کان میں شیطان کے
جو ہیں پہنچی طاری اُسپر عرعر ہوا

جس جگہ بتخانہ میں بت مشرکوں کے تھے کھڑے
اسکی برکت سے وہاں مسجد اب منبر ہوا

مرگی والے اُسکے دم سے ہوگئے سب تندرست
اپنی قسمت کے مطابق اس سے پایا سب نے فیض
اُسکی خدمت سے ملا بندہ کو حج کا ثواب
بے مدد تعویذ کے کافی ہے اُسکا ایک دم
وہ کبھی گھبرا کے کہہ اُٹھتا تھا اے بارِ خدا
کیوں غرضمند اور کمینے یاں ستاتے ہیں مجھے
بوالہوس طالب ہیں اکثر اور مخلص باغرض
بالمقابل اور پیرانِ مقلد کے وہ ہے
فرق بین جو نکہ ہے تقلید اور عرفان میں
عقل کے اُسکی مطابق وہ ہر اک طالب کے ساتھ
پیر محجوبِ مقلد معرفت سے دور ہے
تربیت نااہل کی کرنا ہے ضائع تخم کو
غیر سالک اور نااہلِ طریقت ہے وہ شخص
اپنی کوتہ ہمتی سے اسقدر ہے پست وہ
بر سرِ محفل حقائق کو بیاں کرتا نہیں
وہ نہیں کرتا ہے ہرگز بیعت و تلقینِ ذکر
استخارہ کرتا ہے وہ حق سے فوراً اُس گھڑی
طالبوں کو ذکر کی تلقین وہ کرتا ہے جب
ہر کسی کو کرتا ہے تلقین بقدرِ حوصلہ
بوالہوس چاہے کرے جتنی خوشامد پر کبھی
جس کسیکو کھینچ لایا جذبِ حق لیکن یہاں

تا بکے گنواؤں پر تفصیل سے دفتر ہوا
قبلہ حاجات کہنا اُسکو لائق تر ہوا
کعبہ صدق و صفا نام اُس کا اولیٰ تر ہوا
ناپسند اُس کو بہت تعویذ اور منتر ہوا
منتشر کیوں یوں مرے اوقات کا دفتر ہوا
طالبِ اللہ کیوں نایاب اور کمتر ہوا
شیخ کا گم نام ہونا آج کل بہتر ہوا
درمیانِ روبہاں جیسے کہ شیر نر ہوا
وہ زمیں کے فرق میں یہ چرخ سے برتر ہوا
کلموا الناس کے مضموں سے سخن گستر ہوا
افسوں اُسکا کارگر مجنون و غافل پر ہوا
پھل زمینِ شور سے حاصل بہت کمتر ہوا
چھوڑ کر حق کو جو دنیا کے لیئے مضطر ہوا
چشمِ جاں نابینا ہے اور گوشِ دل بھی کر ہوا
گو حقائق سے وہ پُر مثلِ یم از خضر ہوا
جب تلک اُسکو نہ اذنِ پیر و پیغمبر ہوا
گر مُصِر آکے بہت ہی کوئی بیعت پر ہوا
دیکھ لیتا ہے کہ دلمیں اُسکے شوق اور ڈر ہوا
جب کہ پہلے خوب واقف اُسکی خو بو پر ہوا
اُسکو سکھلاتا نہیں گو وہ مقیمِ در ہوا
دیکھکر حال اُسکا جان و دل سے فرمانبر ہوا

جا بجا سالک ہیں یاں خلوت گزینِ خانقاہ
حل کیا اشکال ہر اک کا وہ جب مضطر ہوا

ہمت وارشاد کی طاقت سے لیتا ہی سنبھال
جب مخل شیطاں کسیکا چلہ کے اندر ہوا

کرتے ہی تلقین کے محظوظِ شیرینیٔ ذکر
خدمتِ خواجہ حسن قاریٔ یلدیمیر ہوا

غنچۂ دل اُس کا ہاں جسپر عنایت ہو گئی
اک گلِ صد برگ خنداں دفعتہً کھلکر ہوا

شکر حق ہے ناظمِ بیچارۂ خاکی حقیر
بوئے ذکر اُنس سے خلوت میں بہرور ہوا

کہتے ہیں بعضے مریدوں کا دہن فی الواقع
ذکر حق کرنے میں فوراً منبعِ شکر ہوا

اُسکی تلقین اور صحبت کے اثر سے دفعتاً
مولوی فیروز نورِ ذکر کا مظہر ہوا

اُسکی صحبت نے اثر بہرام رینر میں کیا
قتل نفسِ شوم میں ثابت وہ اک خنجر ہوا

لطف کی اُسنے نظر کی خواجہ عثماں تولپر
کشف قبر و قلب پھر حاصل اُسے یکسر ہوا

اشرف الاشراف وہ خطاط مولانا حسین
مثل مس پہلے تھا پر اسکی نظر سے زر ہوا

مفخر السادات میراں شمس اسکے فیض سے
نور افشانِ جہاں مثلِ مہ انور ہوا

رونق سلطان پور سید محمد اہلِ کشف
قدر و رفعت دیکھکر اسکی ثنا گستر ہوا

اُسکے مخلص بعض ایسے ہیں کہ جسپر کی نظر
بن گیا فوراً ولی وہ۔ اور یہ کیا اثر ہوا

ہی محقق پیر۔ دل کے واسطے مثل طبیب
دوسرا کہتا ہے نسخہ ایک ناقص گر ہوا

طفل ہی پیر عقل اور گمراہ اُسکی فوج
بھاگ اُٹھیگا زیرِ حکم طفل جو لشکر ہوا

طالبانِ صدق کے ہوتے ہیں حق بیں رہنما
اور مریدوں کا بڑھانا یہ عمل منکر ہوا

پیر وہ جسکو نہیں حق سے شفاعت کا ہی اذن
اور کرے بیعت تو بانیٔ فساد و شر ہوا

معتکف وہ خانقاہ میں رہ چکا ہی بتیس سال
قرب حق سے ایک مدت تک وہ بہرور ہوا

وحدت و تفویض میں اب ہو کے راضی برقضا
بالارادہ ہمنشین نیک و بد یکسر ہوا

جو نما گندم فروش اسکو ملامت ہی پسند
فقر پر اسکے غنا کا پردہ استر ہوا

ساتھ ہی پیدا ہوئے گویا ملامت اور عشق
عاشقِ حق اسلیئے آخر ملامت خر ہوا (خریدار)

ایک شخص اہلِ ملامت عاقبت محمود تھا
خفتہ بیدار ہے وہ اور مستِ ہوشیار
ظاہرا ہنستا ہی لیکن خوف سے لرزاں ہو دل
گو توکل ہی مدار اُسکی خور و پوشش کا پر
پوچھتا ہی مفتیِ دل سے ضرورت پر مدام
حق کی وہ تفویض میں ہی حق ہی خیر حافظا
مشتبہ کھانا ہوا یا میزباں بے اعتقاد
اور اسی باعث سے حال اُسکا دگر گوں ہو گیا
مشتبہ لقمہ کبھی جو بھول کر کھایا گیا
ورنہ اُسکو عارضہ لاحق ہوا فوراً کوئی
کھاتا ہے سدِّ رمق کے واسطے ناچار ہو
سیر ہونے پر کبھی کھایا نہیں اُسنے تمام
ہی یہی پوشاک کا بھی حال اُسکا گر کبھی
گر نہیں معصوم پر محفوظ تو وہ ہے ضرور
انبیاء معصوم ہیں اور اولیاء محفوظ ہیں
درجۂ محبوبیت حاصل ہی اُسکو اس لیئے
شیخ اِک لیتے تھے نذریں بادشاہوں کی مدام
مال مخلص شیخ کا ہے مال پیر زود بار
دیتا ہے اپنے مریدوں کو مگر یہ شیخ سب
حاجتیں کرتا ہی داعی کی وہ سب کی سب روا
کہتا ہے۔ ہی مانگنا یاروں سے گا ہے مصلحت

اِس لیئے جائے گزر اُسکا ہر اک مفجر ہوا
اِس لیئے احوال اُسکا اور مخفی تر ہوا
جیسے برگِ بید لرزندہ تہِ صرصر ہوا
مشتبہ نذروں[1] کا فوراً علم اُسے اکثر ہوا
کیونکہ صاف اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ حکمِ پیغمبر ہوا
حافظ و ناصر خدا سے کب کوئی بہتر ہوا
حفظ حق سے لقمہ اگر عقدہ حنجر ہوا
اس کا ہم کاسہ کوئی جو فاسق و فاجر ہوا
ہو گئی قے اور معدہ پاک و مُطہّر ہوا
صبر و استغفار سے جس کا علاج اکثر ہوا
قول کا شاہد مرے اِس کا تنِ لاغر ہوا
مرغ بریاں آکے حاضر یا فقط سعتر ہوا
مشتبہ کپڑا ملا وہ جسم پر اخگر ہوا
تجربہ اُس کا ہمیں ہر بات میں اکثر ہوا
قول یہ سچا ہے ہمکو بالیقین باور ہوا
ہو خطا سرزد تو اس کا اخذ کب اُس پر ہوا
جب عدم اخلاص خلقت کا اُنہیں باور ہوا
توڑ کر قفل مکانِ خادماں اندر ہوا
جو خدا سے حاصل اُسکو خشک کیا۔ کیا تر ہوا
چونکہ وہ اَللّٰہُ کافی اسم کا مظہر ہوا
ورنہ میرا غم سرخ و سبز سے برتر ہوا

[1] اپنے قلب سے فتوے لے ۱۲

کہتا ہے معذور ہوں میں یوں سواری چاہیے
کہتا ہے شوق مریداں کچھ نہیں پر کیا کروں
میں کہاں اُسکی کراماتوں کا استقرا کہاں
بارک اللہ میں نے احوال مشائخ ہیں پڑھے
کیا عجب منکر اگر اُسکی کرامت کا ہے تو
عقل عاشق کی نہیں رہتی ہے غلبہ میں بجا
ہے ہمارا پیر مغلوب اور ہی مشکور بھی
کم نصیب ابلیس ہے جو اولیا کے واسطے
ہو جو سرزد اُس سے کوئی فعل ظاہر میں بُرا
دوستوں کو اپنے حق رکھتا ہی پردونکے تلے
ماورائے پردہ دیکھ اور گرنہ پردہ پر نظر
ہی کلامِ تند لطف آمیز اُس کا نوش محض
ذات اُسکی مثل آئینہ ہے بےعیب اور صاف
ہوتا ہے بے پیر جو شیطان اُسکا پیر ہے
ہی نبیؐ کا قول یہ بھی شیخ ہے مثل نبیؐ
مرگیا بے پیر وہ جو مثل ہے زندیق کے
موت ہی بے پیر کی ہاں موت کافر سے بُری
عیب چینی میں رہا جو اولیائے پاک کی
ہر جگہ خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدِرْ پر کر عمل
جس نے ضائع عمر کی غفلت میں وہ عاقل نہیں
وہ گرفتارِ پشیمانی رہے گا تا ابد

فخر اور خط کا مگر میرا نہ دل معبر ہوا
ردِّ سائل کے لیئے جب حکم لَا تَنْهَرْ ہوا
اور وہ بھی نظم میں۔ میدان اور اقصر ہوا
حال اُس کا مثلِ حالِ اولیا یکسر ہوا
معجزوں کا کب اثر بوجہل سا منکر پر ہوا
اخذ اُسپر کچھ نہیں ہی جو جرم سرزد گر ہوا
ہوش اُس کا بندگی کے وقت آ۔ یا ور ہوا
چشم دل کو چھوڑ کر بینا جو چشم سر ہوا
جان لو وہ فعل اُسکے واسطے چادر ہوا
چونکہ وہ اس بارے میں انسان سے اغیر ہوا
پردہ اس کے حال کا یہ جامہ و بستر ہوا
دوستوں کو۔ دشمنوں کو گرچہ وہ نشتر ہوا
دیکھنے والے کے دل کا اُسکا رخ منظر ہوا
کرتا ہے گمراہ اُسے یہ قول پیغمبرؐ ہوا
کیسا وہ مومن نبی سے اپنے جو مدبر ہوا
مرگیا بے توبہ جو زندیق سے بدتر ہوا
مرحبا جو پیر کا معتقد یا منکر ہوا
بیشک اُسکا حال یاں بھی اور وہاں ابتر ہوا
عیب چینی جسنے کی وہ راندہ ہر در ہوا
سخت احمق ہی جو غافل تا دمِ غرغر ہوا
آنکھ میں جس کی گنہ ناچیز و مستحقر ہوا

جس نے استغفار دل سے پیر کے کی سامنے — تو وہ جرم و گنہ اُس کا فنا یکسر ہوا
ہے ولی بننا محال ارشاد مرشد کے بغیر — پرورش بچہ کو کی کب غیر از مادر ہوا
باپ ہی ارشاد مرشد اور ارادت والدہ — کوئی بچہ بھی کبھی کیا بے زن و شوہر ہوا
صدق سے جس نے کیا خود کو حوالہ پیر کے — مکر سے وہ نفس ظالم کے کبھی بے ڈر ہوا
دُرِ عرفاں چاہیئے تو ڈھونڈ دریا دل کوئی — موتی نہروں میں کہاں سوا تو کیوں دُرِّ سفتہ ہوا
جس کے سر کو عشق و شوق حق و یا حق سے اُسے — حاصل عشق اللہ عشق پیر کے اندر ہوا
سود مند ہوتی ہے صحبت پیر اور ہم پیر کی — صحبت اغیار میں نقصان سر تا سر ہوا
ہفت روزہ خدمت پیر محقق کا ثواب — طاعت ہفتاد و ہفصد سال کا ہمسر ہوا
ناقصاں کم نصیب اُس سے ہیں نافر اسلیئے — رم کنندہ آدمی سے دام مردم در ہوا
یہ نہ کہہ اسوقت یاراں جا نہیں ہوتے ولی — قدرت حق سے نہ نا ممکن کوئی باہر ہوا
چاہتا ہے جسکو وہ دیتا ہے عزت بے سبب — پھر تری نظروں میں کیوں کوئی بھی مستحقر ہوا
چاہتا ہے جسکو کرتا ہے ہدایت برملا — پھر تو کیوں نار حسد سے جل کے خاکستر ہوا
حکم ہے اُسکا نہ ہو درگہ سے میری نا امید — پھر ترا دل یاس اور حرماں سے کیوں پتھر ہوا
اس قدر اُسکی کراماتوں کو سنکر دیکھکر — آنکھہ تیری کور کیوں، کیوں کان تیرا کر ہوا
کس طرح پہچان تو سکتا ہے درویشوں کو جب — صاحب تورات موسیٰ خضر سے ششدر ہوا
عیب پوشی کی وصیت کی علی کو اُسنے جو — روز محشر شافع ہر اسود و احمر ہوا
فخر کیا ہے گر تجھے ہیں مہمل اقوال یاد — حامل تورات قرآں میں مثال خر ہوا
بحث کرنی اولیا کے ساتھہ ہے دیوانگی — قول مخبوط العمل[1] للشیخ من کا بس ہوا
معرفت کا علم جب حاصل نہ انسان نے کیا — در حقیقت گاؤ اور خر سے بھی وہ کمتر ہوا
فتوے اور درس و قضا ہیں یہ عمل اچھے بہت — فتنہ ہیں یہ سب جو حامل ان کا بدگوہر ہوا
چارۂ دفع ریا کے باب میں ناچار ہے — حیلۂ اخذ ربا کا باب اُسے فر فر ہوا

لہ یعنی جس نے پیر کا مقابلہ کیا وہ مخبوط العمل ہو گیا ۱۲

عالمِ دین اُسکو ہم کہتے ہیں کب جسکو کہ خوب — باب حیلہ فقہ میں محفوظ و مستحضر ہوا
وہ نہیں عالم کہ جو غافل ہے روزِ حشر سے — مقصدِ کل جس کا دنیا میں زر و زیور ہوا
عالمِ دیں وہ ہے جسکے معتقد اور آپ وہ — کام وہ کرتا ہے جو کار آمدِ محشر ہوا
جس نے اپنے نفسِ دوں کو کردیا زیر و زبر — حافظہ سے رفع جسکے نقطِ رفع و جر ہوا
ابرہٴ دیبائے عالم ہے بہت ہی خوش نما — خرقہ صوفی کا اُس سے پُر بہار استر ہوا
ترکِ دنیا ہے عبادت حُبِّ دنیا ہے گنہ — ثابت اچھے طور سے یہ قولِ پیغمبر ہوا
حُبِّ دنیا شرک اور مشرک ہیں دنیا دار سب — تارک اس دنیائے دوں کا اسلیئے بوذر ہوا
ہی کلید جنت الفردوس بیشک حُبِّ دین — سانپ حُبِّ مال ہی تو حُبِّ جاہ اژدر ہوا
سرو ہی قلاش یوں سرسبز رہتا ہی مدام — نرگسِ زردار کا دو دن میں حال ابتر ہوا
اولیائے حق کا آپ پر نہ اپنے کر قیاس — اُن کا ہر اک کام تیری عقل سے برتر ہوا
مست مُو بھی شرع میں معذور قول و فعل ہے — بر طریق اولویت مستِ عشق اعذر (معذور تر) ہوا
چلّے ہیں چالیس بھی بے پیر کے بیفائدہ — شیخ کی صحبت میں دم بھر کا اثر بہتر ہوا
پیر گر تجکو بُلائے نیتِ انفال (نماز نفل) توڑ — دے جواب اُسکو ثواب اُسکا بہت بڑھکر ہوا
پیر کا اپنے جو کرتا ہے دل و جاں سے ادب — وہ حضورِ شیخ میں جلدی ہی بازی بر ہوا
باوضو جا۔ پیر کی کرنی زیارت ہے اگر — شیخ کا دربار مسجد سے نہ کچھ کمتر ہوا
ذات میں اُسکی اگر سمجھے گا اوصافِ کمال — فیض اُس کا یہ سمجھ تیری طرف منجر ہوا
پیر کو جو جانتا ہے صاحبِ ریشِ دراز — بُزِ اخفش پیر اُس کا وہ مثالِ خر ہوا
پیر فانوس بدن میں ہوتا ہی روشن چراغ — منکر اُسکو دیکھ کر سکتا نہیں شپر ہوا
درگہ حق سے اُسے خلعت خلافت کا ملا — وہ یداللہ ہے رسول پاک کا مظہر ہوا
طاعت و عصمت سے کرنی آزمایش پیر کی — جس میں یہ سودا ہوا مخبوط ہاں وہ سر ہوا
ہی مفید منتہی ترکِ ریاضت گاہ گاہ — مبتدی تارک ہوا تو جان لو ابتر ہوا

واصل بنیا کرے جس طور سے چاہے کرے رونقِ طالب تو بیشک ترک کر و فر ہوا
خالی ہونا مطلق اوصافِ بشر سے ہی محال قید خانہ جان کا جب سے اِنس کا پیکر ہوا
خُلق میں اُس سے نہ تہا دنیا میں اُس کوئی بھی سرخرو غصہ سے بعض اوقات پیغمبر ہوا
ہے شفا بخش مریداں قول پیر باصفا تُند بعض اوقات گرچہ مثل عاقر قر ہوا
سانپ کی آواز دل آویز ہے مہلک ہے پر شور پانی کا ہی خیر محض گو شر ہوا
ہی فنا فی الشیخ ہونا اک ارادت کا اصول جس کو حاصل یہ نہیں گمراہ وہ اخسر ہوا
پیر سے اپنے پھرا جو وہ خدا سے پھر گیا اور طریقت میں مثال مرتد و کافر ہوا
زائرِ گور اور رسالہ خوان اور شیخ آزما ان میں سے فائز نہ کوئی ایک مقصد پر ہوا
ہے ظہیر الدیں ہمارا پشتیباں شکرِ خدا نوحؑ ہو جب ناخدا کشتی کو پھر کیا ڈر ہوا
گر مجھے قرباں کرے موجود ہوں خنجر لیئے جیسے راہ حق میں اسمٰعیل بن ہاجرؑ ہوا
شکرِ حق دل ہو مرا فرحت سے بالکل باغ باغ جب سے وہ محض کرم سے میرا جاں پرور ہوا
ہر خطر سے ہی محافظ میرا از روئے کرم جب سے واضح حال میرا اُس کی خاطر پر ہوا
خاک پا اُس کی مری آنکھوں کا سرمہ بن گئی گرد اُسکی رہ کا میری ناک میں عنبر ہوا
پا برہنہ شوق میں جب دوڑتا ہوں اُسکے ساتھ خارِ رہ پاؤں تلے مثلِ گلِ احمر ہوا
حال زار خاکی بے چارہ پر کر اک نظر خاک تو دہ پر نظر جب تونے کی وہ زر ہوا
اُس کے گرد امانِ دلکو شوق حق سے پر کریم تیری درگہ کا گدا یہ مفلسِ افقر ہوا
تشنہ ہی اپنے کرم سے کر عطا اک گھونٹ اُسے تا بلب پُر عشق کی مے سے ترا ساغر ہوا
قطرہ دے اُس گھونٹ سے اِس عارفِ ناکام کو ہند سے جو جستجو میں واردِ کشمر ہوا
نام ہی وِرد المریدین شیخ کی تعریف ہی حفظ کرنا فرض اسکا سب مریدوں پر ہوا
دوسرا بحر الحکم ہے نام اِسکے فیض سے اعتقادِ مخلصاں کا باغ تازہ تر ہوا
شعر اسمیں تین سو اور ساٹھ سے زائد ہیں کچھ صوفیوں کے واسطے یہ سبحۂ گوہر ہوا

نظم یہ لیجاتی ہے قاری کو مرشد تک ضرور
سال تاریخ اس کا بیشک مرشدی رہبر ہوا

مادّے تاریخ کے ہیں فیضِ پاک اور مدحِ شیخ
یہ روا تاریخ میں ہے ایک زائد گر ہوا

(ترجمہ کے ختم کی تاریخ ہاتف نے کہی
بس مکمل آج یہ عرفان کا دفتر ہوا) ۱۳۲۹

ہے بشارت کاتب و قاری و سامع کیلئے
رحمتِ حق کا تقاطر اُن پہ سر تا سر ہوا

اس زمانہ میں کسی نے کب لکھی ہے ایسی نظم
گرچہ ہر اک دوست میرا شاعر اشعر ہوا

اصل و فرع شرع سے باہر نہیں ہے کوئی شعر
راضی مجھ سے اس لیے حق اور پیغمبر ہوا

ہے شریعت اور طریقت اور حقیقت اسمیں پُر
دیکھ گر سکتا نہیں حاسد تو وہ شپّر ہوا

ہیں مقامات اور مقالاتِ سلوک اسمیں بیاں
یہ کشادہ طالبوں پر علمِ دیں کا در ہوا

معنیٔ آیات مضمونِ احادیث اور اثر
اور اقوالِ مشائخ سے بیاں اکثر ہوا

جو تدبر سے پڑھے گا اسکو ہوگا کامیاب
غور سے جس نے پڑھا خود رہنما رہبر ہوا

قول کو تو دیکھ قائل کون ہے اس کو نہ دیکھ
گر قائل قول کا گمنام و کم منظر ہوا

یادرکھ جب ختم تو قاری کرے اس ورد کو
فاتحہ کا مستحق تر خاکیِ مضطر ہوا

یادرکھنا پر مترجم کو بھی لفظِ خیر سے
کیونکہ محتاجِ دعا یہ عارفِ احقر ہوا

جوان بیٹے کو بڈھے باپ کی نصیحت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تجھے دنیا میں اے فرزند دلبند
رکھے محفوظ ہر شر سے خداوند

بتاتا ہوں نشانِ گنجِ حکمت
دکھا دیتا ہوں شانِ گنجِ حکمت

عمل کی ہے اگر کچھ تجھ میں توفیق
اگر ہے قلب اور اعضا میں تطبیق

ترقی پر رہے گا گر ترا شوق
ہر اک طالب سے تو لیجائے گا فوق

عمرِ گزشتہ پر افسوس

جواں تو اور میں پیرِ کہن سال
مرا جاتا ترا آتا ہے اقبال

ہوا مجھ سے نہ کوئی کام کا کام
پریشانی ہوا آخر کو انجام

گنا ہوں میں گنوائی عمرِ رفتہ
گزاری یوں ہی سال و ماہ و ہفتہ

کوئی نخلِ عمل ایسا لگاتا
کہ جس کے پھل کو میں اسوقت کھاتا

مگر ہے فائدہ افسوس سے کیا
کہ پچھتائے نہیں اب کام بنتا

جو اوقاتِ عمل تھے کھوئیے سب
جگہ پھولوں کی کانٹے بو دیئے سب

تری مٹھی میں ہے سرمایۂ خیر
ترے سر پر ہے چترِ سایۂ خیر

تحصیلِ علم

یہ سب سے پہلے لازم ہے بشر کو
کہ سیکھے دل سے وہ علم و ہنر کو

ہے اس سے واقف آزاد او بندہ
کہ جاہل مردہ اور عالم ہے زندہ

بہت ہیں علم عمر انساں کی ہے کم — علومِ کارآمد ہیں مقدم
حساب ۔ اخلاق ۔ تاریخ اور عقائد — ضروری ہیں ۔ سوا ان کے زوائد
تعلّم کا مگر رکھ شوق دائم — حواس خمسہ ہیں جبتک کہ قائم
مقولہ کہہ گئے ہیں یہ ہنرور — کہ جہلِ شئے سے علمِ شئے ہے بہتر
نہ چھوڑو علم کو چاہے کہیں ہو — فرنگ اُس کا ہو معدن یا کہ چین ہو

عمل

عمل کر اُس پہ جو تو نے پڑھا ہے — کہ علمِ بے عمل قہرِ خدا ہے
نہ تانبا اپنا گر سونا بنایا — مزہ کیا کیمیا کے جاننے کا
عمل کی جس جگہ ہوگی سفارش — فلاح و خیر کی واں ہوگی بارش

اخلاص و حبِّ قوم

عمل کا جب چلے خلعت تو پہر کر — اُسے اخلاص کی بو سے معطر
خدا کی ہے اگر تجھ پر عنایت — تری ہر کام میں یہ ہوگی غایت
کہ خوش ہو تجھ سے تیرا حق تعالیٰ — یہی مقصد ہے ہر اک مقصد سے اعلیٰ
غرض تیری نہ کوئی درمیاں ہو — ریا کا بھی نہ کچھ اُس میں نشاں ہو
رہے گا اپنی ہر کوشش میں ناکام — اگر تو چاہتا ہے کام میں نام
مفید اپنے لیئے بھی جان اُسکو — کہ جس میں بہتری کل قوم کی ہو
ہوا ہے اس لیئے انسان پیدا — کہ ہو وہ درد پر درد اُسپہ شیدا
یہی دردِ آفرینش کی غرض ہے — پرستشِ نفس کی مُہلک مرض ہے
نہیں جس دل میں دردِ قوم پنہاں — نہ دیکھوگے نشان اخلاص کا واں

جو کام اخلاص سے ہوتا ہی عاری	اُسے کہتے ہیں دانا خام کاری
نہیں پاتا ہے مردِ خام آرام	بگڑ جاتا ہے خامی سے ہر اک کام
مگر یہ یاد رکھنا اے مری جان	نہیں ہرگز نہیں۔ اخلاص آسان
بہت سی مشکلیں آئیں گی درپیش	کہ سدِ راہ ہوں گے غیر اور خویش
جو اس رستہ میں رکھتا ہی قدم تو	تو وقفِ قوم کردے اپنا دم تو

سادگی

پہن ہرگز تکلف کی نہ پوشاک	ہمیشہ چاہیے سادہ ہو خوراک
مگس حبِّ ذائقہ کی ہوگئی صید	تو زنجیرِ عسل میں ہوگئی قید
محافظ ہے تنِ انساں کی پوشش	نہ کر مثلِ زنِ آرایش کی کوشش
زرہ کانٹوں کی گر سیہہ کو نہ ملتی	کبھی باہر نہ بل سے وہ نکلتی
نہیں جو ریشمی جامہ سے محظوظ	حصارِ عافیت میں یوں ہی محفوظ
نہ ہو روباہ کی مانند خز پوش	اگر ہے کچھ بھی تجھ میں عقل اور ہوش
نتیجہ ہوگا ورنہ یہ کہ شکنجے	اُتاریں گے ترا چمڑا بدن سے
مگر لازم ہے پاکی اور صفائی	کہ ہے دارین کی اس میں بھلائی

احسان ماننا

رہو میلے کچیلے یا کہ خوش پوش		مگر ہونا نہ تم احساں فراموش
کسی کے خوان پر سے لقمے اڑانا	ق	اُسی کو بعد میں آنکھیں دکھانا

نمک کھا کر نمکداں توڑنا ہے
شرافت سے نپٹ منہ موڑنا ہے

دوستوں سے سلوک

جو تیرے دوست ہیں دنیا میں یک جاں
جہاں تک ہو سکے کر اُن پہ احسان

نہ ہو احساں کی پر قرضہ کی صورت
کہ ہے "القرض مقراض المحبۃ"

عطا سے کر تو اِن کی مشکلیں حل
نہ بارِ قرض سے کر اُنکو بوجھل

مگر یہ یاد رکھنا اِس عطا میں
نہ اپنے کو پھنسا دینا بلا میں

نہ لیکر قرض اوروں کو مدد دے
ضمانت کا بھی بار اپنے نہ سر لے

فدا کر دوست پر ہے جان کیا چیز
مگر کر دوست اور دشمن میں تمیز

حقیقی دوست

محبت جسکی ہو للہ - وہ ہے دوست
جو دردِ دل سے ہو آگہ وہ ہی دوست

بٹائے ہاتھ جب آکر پڑے بار
اڑے وقت آکے ہو تیرا مددگار

نکال ایسا تجھے مشکل سے دے صاف
کہ جیسے بال نکلے دودھ سے صاف

ہر اک نیکی میں ہو وہ تیرا یاور
بدی سے دور لیجائے بچا کر

میسر ایسا آجائے اگر یار
جو مانگے وہ پھر اُس سے کر نہ انکار

خلوت وعبادت

وگرنہ جانبِ دیوار مُنہ کر
بکھیڑا چھوڑ سب اور بند کر در

ملوث ہو نہ پھر تو نیک و بد میں
فنا کر آپ کو ذاتِ احد میں

خیالِ حق میں پھر ایسا لگا دل
نہ اک دم یاد سے ہو اُسکی غافل

مطالعہ کتب

مقدر میں نہیں گر یہ سعادت — کتب خوانی کی پھر تو ڈال عادت
مقولہ ہے یہ داناؤں کا پُر زور — کہ "دانش در کتب داناست در گور"
کتاب استادِ بے تنخواہ کا ہے — در دانش جو تجھ پر کھولتا ہے
بظاہر ہے اگرچہ وہ ہمہ پوست — مگر ہے صاحبِ مغز و ذکا دوست
برنگِ غنچہ ہے ورقوں سے وہ پُر — ورق ہر اک ہی آب و تاب میں دُر
ق
نہ الماری سمجھ ہے اک عماری — عروسانِ معانی کی سواری
کہ جس میں ماہرویانِ سیہ خال — دھرے بیٹھے ہیں باہم گال پر گال
ملا کے سرو قد کندھے سے کندھا — کھڑے ہیں سب صفیں دست بستہ
ہے نورِ صبح دانائی کتابیں — انیسِ کنجِ تنہائی کتابیں
بیاں کرتی ہیں جب رمز اور لطیفے — معانی کے ہیں جھڑتے پھول منہ سے
کبھی ہیں صوفیانِ باصفا وہ — حقائق کی طرف ہیں رہنما وہ
کبھی اُن کی زباں پر ہیں روایات — تصوف اور حکمت کے اشارات
کبھی اسرارِ قرآنی کی تصریح — احادیثِ نبیؐ کی گاہ ہی تشریح
کبھی رکھتی ہے اُن کی موجِ اشعار — خرد کی جیب میں دُرہائے شہوار
سلف کے وہ بتاتی ہیں سب احوال — قدیم اقوام کا ادبار و اقبال
توجہ سے پڑھے گر بادل و جاں — ملول ان سے نہیں ہو سکتا انساں
ہے اچھا شغل لیکن ہی اگر ہوش — نہ کر مقصودِ اصلی کو فراموش

علم معرفت

رہے دنیا میں تو کتنا ہی مشغول
نہ علم معرفت کو پر کبھی بھول

یہ فرض عین ہر انسان کا ہے
کہ منزل معرفت کی وہ کرے طے

نہیں گر اصل شے تجھکو میسر
تو دل کو نقل سے محروم مت کر

دم پرسش یہ کر سکتا ہے حجت
کہ اصل شئے سے تھی مجکو محبت

نہ لا۔ لیکن نہیں گر دل منور
رموز معرفت اپنی زباں پر

زباں پر لاکھ گر نکتے ہوں باریک
وہ لا حاصل ہیں سب جب دل ہو تاریک

نہ دل کا بھید ہونٹوں تک کبھی لا
کہ ہونٹوں سے وہ کوٹھوں جا چڑھیگا

گیا اڑ پنجرے سے جب پرندہ
پکڑنا اسکو پھر مشکل ہے زندہ

ارادت

ملیں گے صوفیان خام اکثر
یہ ہیں رہزن نہ انسے دوستی کر

یہ خود ہیں خام کیا جانیں پکانا
نہیں ایمان کا انکے ٹھکانا

تہی دستوں کو ہے درکار اکسیر
کہیں سے ڈھونڈھ ایسا مہرباں پیر

کہ اُسکے ہاتھ میں جب اپنا دے ہاتھ
سعادت دین و دنیا کی لگے ہاتھ

خانہ داری

تجرد کی اگر ہے تجھ میں طاقت
سمجھ عورت کے سایہ کو بھی آفت

ملے گر حور جنت بھی تجھے جفت
تو اپنی خواب شیریں کو نہ کھو مفت

اگر ڈر ہے کہ تجھ کو نفس سرکش
کرے گا مستعد جرم و خطا پر

علاج اُس کا یہی ہے بہرحال
کہ زنجیر تاہل پاؤں میں ڈال

پڑے گر عقد کرنے کی ضرورت
نہیں لازم کہ زن ہو خوبصورت

مقولہ ہے حکیموں کا مسلّم — کہ رکھے سیرت کو صورت پر مقدم
اگر عورت میں عفت کی صفت ہو — تو وہ شرمائے گی حورِ جناں کو

منصب داری

تقرب بادشاہوں کا ہے اک آگ — وہ ہوئیں کیطرح تو اُس سے پرے بھاگ
بلند آتش کے جب ہوتے ہیں شعلے — کھڑے ہوتے ہیں عاقل فاصلے سے
تلاشِ منصب و عہدہ نہ تو کر — ہے اسمیں روز عزل و نصب کا ڈر
کہاں آرام اس مسند پہ ہیہات — اُٹھا دے دوسرا جس سے پکڑ ہات
ہے آزادی کی دولت گر میسر — ہر اک منصب سے یہ دولت ہی بڑھکر

تواضع

ذلیل انسان کو کرتی ہے نخوت — تواضع سے مگر بڑھتی ہے عزت
فقیروں کا تواضع خود ہے جوہر — امیروں کے لیئے ہوتی ہی زیور
تکبر ہے بُری انسان میں خو — فقط شایاں ہے ذاتِ کبریا کو
بڑائی جس کے دل میں آسمائی — قضا سے باندھ لی اُس نے لڑائی
جونہی خوشہ نے ظاہر سرکشی کی — درانتی نے وہیں اسکی خبر لی
زمیں پر جب گرا ذلت سے دانہ — اُٹھا عجلت سے لایا مرغ دانا
عدو نے صفر کو دائیں بٹھایا — تو وہ چند اپنی عزت کو بڑھایا
نہ کر چھوٹوں سے بس چلتے لڑائی — بڑوں کی بس اسی میں ہے بڑائی

سعی

جو محنت کرے تکلیفیں بہریگا — ترقی کے مدارج طے کرے گا
تھپیڑے موج کے کھائے صدف نے — بڑھایا اُسکو گوہر کے شرف نے

ایفائے وعدہ

نہ وعدہ کر کبھی میرا کہا مان — نہیں ایفائے وعدہ کام آسان
جو کر بیٹھا۔ تو پھر لازم وفا ہے — کہ "اَوْفُوْا بِالْعُهُوْد" امرِ خدا ہے

فخرِ نسب

اب وجد کی نہ ہو نسبت سے خورسند — خرد کو قفلِ ابجد میں نہ کر بند
نہیں لازم پدر میں جو ہنر ہو — پسر میں بھی ضرور اُس کا اثر ہو
دہواں آتش کا بیشک نورِ جاں ہے — کہیں بھی نور کا اسمیں نشاں ہے
ہمیشہ کر مگر ماں باپ کو یاد — دعاؤں سے کر اُنکی روح کو شاد

نصیحت

کرے تجھکو اگر کوئی نصیحت — تو گوشِ و جاں میں رکھ اُسکو ودیعت
نہ اک کان سے تو بات سُن کے — نکالے باہر اُسکو دوسرے سے
شجر بنتا ہے دانہ ڈھیل کیساتھ — گُہر بنتا ہے قطرہ ڈھیل کیساتھ
حُمق کا کچھہ نہیں احمق کے چارہ — مگر عاقل کو کافی ہے اشارہ
اگر ہے آدمی موجود گھر میں — تو اک آواز پر پہنچے گا در میں

تمت

فضلِ خدا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کے اپنے بندوں پر ہیں جو الطاف پنہانی — اُنہیں معلوم کر سکتا ہے کب یہ فہمِ انسانی

جب اُسکا فضل ہوتا ہی بوقتِ عین دشواری — دلِ غمگیں سے ہو جاتی ہی زائل سب پریشانی

یہ اکثر دیکھتے ہو تھا ابھی دل غم سے پژمردہ — وہی دل ہی ابھی بشاش اُسی دل کو ہی حیرانی

نہ ہو مایوس رحمت سے بوقتِ رنج ای غافل — کہ صبر و شکر میں مضمر ہے فضل و لطفِ رحمانی

قضارا تو اگر پہنس جائے نرغہ میں مصائب کے — توکل اُس خدا پر کر نہیں جس کا کوئی ثانی

خدا کی بارگہ میں لا۔ وسیلہ ذاتِ احمدؐ کو — کہ حل ہو جائے گی تیری ہر اک مشکل بآسانی

وسیلہ ایک اُسکا ہی رہیگا حشر تک قائم — وسیلے اور باقی سب ہیں ہو جائینگے فانی

طریقہ چھوڑکر اُس کا جو رستہ اور ڈھونڈیگا — نہ حاصل ہوگا **عارف** کچھ بجز یاس و پریشانی

سلام اُس تربتِ اقدس پہ بھیجو ہر طرف سے تم
کہ جس کا سبز گنبد ہے نشانِ رحمِ ربانی

تمت

شرابی اور اسکی بیوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہ میں واعظ نہ مجھکو شاعری اپنی جتانی ہے
مری بکواس کا موجب فقط سوزِ نہانی ہے

تمہارے واسطے اے نوجوانوں اسمیں ہی عبرت
توجہ سے سنو یہ اک شرابی کی کہانی ہے

محبت کا نہیں یہ مقتضا میں نام لوں اسکا
مگر بتلاؤں گا اتنا کہ وہ اک خاندانی ہے

شریفانہ ہیں اخلاق اسکے اور تعلیم بھی اچھی
لبوں پر ہے تبسم تو طبیعت میں روانی ہے

وفا دل میں حیا آنکھوں میں پتلا ہے مروت کا
نہ پیشانی پہ ہیں بل اور نہ دلمیں بدگمانی ہے

اثر سے صحبتِ بد کے وہ پہنچا ایسے جلسوں میں
محرک یہ نئی تہذیب جن کی اور بانی ہے

کھڑی تھی اک جگہ واں برقعۂ مینا میں دخترِ رز
طبیعت آتشیں جسکی ہے گو صورت نمانی ہے

یہ بیٹھا پوچھ بھولے پن سے اس شیشے میں ہے کیا شے
کہا چپکے سے یاروں نے یہ آبِ زندگانی ہے

یہ وہ شے ہے کہ زاہد جسکا جویا ہے بہشتوں میں
ہمیں یہ یاں میسر ہے خدا کی مہربانی ہے

سنا کرتے ہیں کایا کو پلٹ اکسیر دیتی ہے
یہ اکسیر حقیقی ہے وہ فرضی اور زبانی ہے

مسخر کرلیا ہے اس نے کل عالم کو اب ایسا
کہ عرصہ سے اسیکا دورۂ صاحبقرانی ہے

اسے پی کر نہیں رہتا ہے قطعاً فکر و غم باقی
کہ فکر و رنج کے حق میں یہ تیغِ اصفہانی ہے

زباں سے یا قلم سے ہو ادا ہرگز نہیں ممکن
جو کیفیت سرورِ مے میں ہوتی اِک سہانی ہے

گلاس اسکا ذرا بھر کر چڑھا جاؤ ابھی غٹ غٹ
تو پھر معلوم ہو تم کو کہ کیا لطفِ جوانی ہے

مثل سچ ہے کہ ہے انسان ہی شیطان انساں کا
بری صحبت ہی اس دنیا میں کل جرموں کی بانی ہے

غرض اس نوجواں نے عقل و عزت کو کیا رخصت
کہ دشمن عقل و عزت کی شرابِ ارغوانی ہے

یہ پانی پھیر دیتا ہے حیا و شرم پر پانی
جلا دیتا ہے تن کو آتشِ سوزاں یہ پانی ہے

نہیں چھٹتی یہ قحبہ منہ لگی اور اسپہ یہ طرہ
ہے اتنی ہی زیادہ دلربا جتنی پرانی ہے

مگر وہ دن تھا ایسا شوم اِس بدبخت کے حق میں
بڑا اک رات موری میں اُسے اک دوست نے دیکھا
ہٹایا اُس نے کُتّے کو کھڑا جو چاٹتا تھا مُنہ
اُٹھا کر پشت پر لایا اور اُسکو گھر میں لا ڈالا
وہ بولی بھر کے آہِ سرد مجھسے کیا چھپاتے ہو
کوئی جانے گا کیا مجھ نے یا وہ اِنکو اے بھائی!
اُتر ڈولی سے اِس گھر میں قدم رکھا ہی جبدن سے
میاں بیوی کا یہ رشتہ بڑا نازک ہی دنیا میں
ابھی کچھ رات باقی تھی کہ لی بدمست نے کروٹ
رُلایا رات بھر بچے کو بس تو نے مری ضد سے
بھری بیٹھی تھی غصہ میں لگی وہ پھوٹ کر رونے
کہاں آتی ہو اُنکو نیند جن کے پیٹ ہوں خالی
کئی دن سے نہیں سلگی ہو گویا آگ چولھے میں
بلکتا تھا پڑا بھوکا ابھی سویا ہے یہ تھک کر
تمہیں اِس چاند سے مکھڑے پہ کیوں آتی نہیں اُلفت
کہاں جاتے رہے دعوے محبت کے کبھی جو تھے
نہ چھوڑا تو نے کپڑا کوئی اور زیور مرے تن پر
جہیز اور بھات اور ساچق کے کل اسباب سے باقی
جِٹھانی اور ہمسائی کلیجہ گودتی ہیں یوں
خدا ہی کی ہے پھٹکار اے بہن اِس مردوے پر نہ
کوئی گر دوسری ہوتی کبھی کی میکے چل دیتی

کہ نازل اُس پہ آئے دن بلائے ناگہانی ہے
یہی معراج میخواروں کی غایت کامرانی ہے
ذرا جھک کر جو مُنہ دیکھا تو دیکھا یار جانی ہے
کہا بھاوج! نہ کرنا غم فقط سر کی گرانی ہے
نیا کب ہے یہ افسانہ پُرانی یہ کہانی ہے
تری بھاوج نے اتنے دن یُونہی کیا خاک چھانی ہے
یہی دیکھا اِن آنکھوں سے مری بپتا پُرانی ہے
نہیں آتا زباں پر دل میں جو دردِ نہانی ہے
کہا جھنجھلا کے سُنتی یا کہ سوتی اے خلانی ہے
اور اپنے مُنہ پہ بےفکری سے کیسی شال تانی ہے
کہا اے سنگدل سختی میں تو بھی شمر ثانی ہے
نہ کیونکر روئے وہ بچہ کہ جسکا رزق پانی ہے
مگر فاقہ کی کس سامان سے یاں میہمانی ہے
ذرا صورت تو دیکھو کیسی پیاری اور نُعانی ہے
مجھے دیکھو کہ میں ہوں اور راتوں پاسبانی ہے
اب آنکھیں چار کرنیمیں بھی اتنی آنا کانی ہے
کلالوں کی دکانوں پر بکی سب جاںبدانی ہے
یہ سر پر شال کُہنہ اور انگلی میں نشانی ہے
عجائب اِس نکھٹو مردوے کی بھی کہانی ہے
نہ تو لنگڑی نہ لولی اور نہ بدصورت نہ کانی ہے
تری تقدیر میں لیکن مصیبت ہی اُٹھانی ہے

کمی کس چیز کی ہے آج تیرے میکے والوں میں
خدا کی ہر طرح سے اُنکے اوپر مہربانی ہے

یہ سب کچھ سنتی ہوں دن رات پر خاموش رہتی ہوں
کہ مرنا ہے یہیں مجکو یہی بس دلمیں ٹھانی ہے

مری جانب سے جیتے جی تعلق یہ نہ ٹوٹے گا
رہوں گی آپ کی تابع کہ حکم آسمانی ہے

کروگے یاد تم میری وفا کو میری میت پر
وہ ساعت دیکھ لوگے تم بہت ہی جلد آنی ہے

نہیں بگڑا ہے کچھ اب بھی کرو تم عزم مردانہ
مری جان اور اِس معصوم کی گر جاں بچانی ہے

یہ گرمیٔ محبت دیکھ لوہا بھی پگھل جاتا
کہ اِس گرمی سے گر پتھر کا بھی دل ہو تو پانی ہے

پہ سیجا پر نہ وہ بالکل اور اُسپر یوں لگا کہنے
نصیحت سے یہی ضد مجکو نہ مانوں گا نہ مانی ہے

نکل جا تو ابھی گھر سے دکھا مجکو نہ منہ اپنا
تری ہمدرد ہمسائی ہے تیری یا جٹھانی ہے

کلیجہ پھٹ گیا اُس کا سُنا جب یہ جواب اُسنے
کہا لو گود میں بچے کو یہ میری نشانی ہے

گری غش کھاکے وہ ایسی کہ پھر آیا نہ ہوش اُسکو
یہ دنیا اور مافیہا سبھی اک روز فانی ہے

سماں یہ دیکھ اُسپر بھی پڑا عارف اثر ایسا
کہ سب کچھ چھوڑ کر شغل اُسکا ہر دم نوحہ خوانی ہے

تمت

قطعہ

ختم جب اشعار دیر وہ چھپے آج
درس حیلے کا بیتا ہے
مستقیم اُس کا سنہ تھا وہ - یعنی
صاحب تنبیہ دیوان سے ہے

۱۹ ہ ۱۱

خیر مقدم

سال تھا اک ھزار نو سو چھ
جا رہی تھی مچل مچل کے بہار
بی خزاں آرہی تھیں نخرہ سے
سُرخ پوشاک میں عروس خیار
خوف سے شدتِ زمستاں کے
ننگا پربت سے یہ فلک نے کہا
ملک کشمیر میں یہ کر اعلان
ہر دو دنیا کو ناز ہے جس پر
کرسیِ ہند کے لیئے تو بتا
جد امجد کی پائی ہے میراث
ایک مُدت سے دیکھتا ہوں کہ ہے
لوح پر دیکھا ہے لکھا میں نے
ہر صدی کے شروع میں منٹو
سو برس میں جب جمع ہونگے نقص
دور میں اُس کے ہوگا امن و اماں
ہے نسیم و صبا کی اب نوبت
سب کو پہنچے گا حق جو ہے اُن کا
نرمی اور مستقل فراجی سے
راجہ نواب اور رئیس تمام

اور مہینہ اخیر اکتوبر
دمبدم دیکھتی تھی مُڑ مُڑ کر
زعفرانی نقاب لے مُنہ پر
ناتواں بید زرد رُو عرعر
کانپتے تھے کھڑے ہوئے تھر تھر
دور کر مُنہ سے برف کی چادر
آج مہماں ترا ہے وہ سرور
قوم اسکاچ کا جو ہے مفخر
کون تھا اس سے مستحق بڑھکر
اور شہنشہ ہے اسکا خود یاور
اس گھرانے پہ حق کی خاص نظر
فیصلہ ہو چکا ہے یہ اوپر
فورٹ ولیم میں جلوہ گر ہوکر
دھوئے گا اُن کا یک قلم دفتر
ہوگا شاکی نہ کوئی فرد بشر
چل چکی ہے کئی برس صر صر
عرض اوب سے ہر اک کرے گا اگر
کام ہو۔ اور نہ ہو کسی کو خبر
سوئیں گے سب نچنت بستر پر

حسنِ اخلاق کی کشش سے امیر | ہے ملاقات کے لئے مضطر
دل میں خوش ہندو اور مسلماں ہیں | دوسرا پیدا ہو گیا اکبر
اکبری نورتن تو ہیں مشہور | اس کے بھی نورتن نہیں کمتر
ایسی کشتی کو خوف ہی کیا ہے | جس کو کھیویں گے منٹو اور کچنر
یہ مدبر ہے وہ سپاہی ہے | یہ ہے مرہم اگر ہے وہ نشتر
نقص گر انتظام میں کچھ ہیں | دور کر دینگے دونوں یہ ملکر
ڈین ڈنلپ سمتھ ہوں جسکے مشیر | غلطی اُس سے ہو سکے کیونکر
اور ابٹسن ہے اُسکا دایاں ہاتھ | ہے قلم جس کا معدنِ گوہر
عصر کے اپنے ہیں وہ ٹوڈرمل | مال کے کیڑے ڈلسن اور پٹر
میک لیگن کے اور جیکب کے | ملنے آساں نہیں کہیں ہمسر
عمر میں گو کہ کم ہے ینگ ہسبنڈ | کام سب سے کیا ہے بڑھ چڑھ کر
کوئی بتلائے پہلے اس سے کون | پار تبت میں لے گیا لشکر
چشم بد دور فخر پنجاب! | سات اِن نو میں ہیں ترے افسر
میہماں میزباں کا آ چکے دن | ہے مہاراج سلطنت کی سپر
میزباں اور میہماں دونوں | ابرِ رحمت ہیں نوعِ انساں پر
ظاہر اور باطن اُن کا ہے یکساں | غصہ باہر نہ کینہ ہے اندر
دونوں ہیں رسمِ عدل کے پتلے | دیوتا آسماں سے آئے اُتر
کس نے دیکھے تھے اس سے پہلے کبھی | ایک جا جلوہ ریز شمس و قمر
دونوں بھائی ہیں میزباں ایسے | سیکھ جائے کوئی سبق اگر
طول کا موقع اب نہیں عارفؔ | کر دعا اور قلم کو میز پہ دھر
لیڈی صاحب بھی تندرست رہیں | لاٹ صاحب کا پایہ ہو برتر

تمت

عدل اور قوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہتے ہیں کہ اس دہر میں انصاف نہیں ہے
انصاف تو یہ ہے کہ نظر صاف نہیں ہے

شیرازہ ہے دنیا فقط عدل سے چسپاں
اک دم میں بگڑ جاتا وگرنہ سبھی ساماں

انصاف نہو گا جو عمارت کی بنا میں
پہنچے گا نہ سر اُس کا کبھی اوج سما میں

بنیاد میں دیوار کی تھوڑی سی کجی بھی
بڑھنے اُسے اک قد سے سوا دیگی کبھی بھی؟

دیوار بلند ایک جو میداں میں کھڑی ہے
سمجھو کہ وہ شاقول کے دوڑے سے بنی ہے

جانچ اُسکو نہ لیتی اگر اِس عدل کی پرکار
ہو جاتی کبھی کی ہی نہ وہ خاک کے ہموار

ہو قول یہی آج ہر اک کی زباں زد
انگریز مہذب ہیں خرد مند ہیں ازحد

کرتے ہیں ہمیشہ مگر اپنوں کی رعایت
ہے مد نظر قوم کی ہر وقت حمایت

ہندی کا فرنگی جو کہیں ہو گا مقابل
ہندی کو ہو لازم رکھے دل میں یقیں کامل

انصاف وہ پائے گا نہ جُوری نہ جج سے
خالی کبھی پاؤ گے نہ حکم اُن کی کجی سے

بالفرض۔ اگر قول ہے یہ راست تمہارا
مانا کہ یہ منصف نہیں۔ بتلاؤ خدارا

کیا گھر میں خدا کے بھی کچھ انصاف نہیں ہے
کیا اُس سے سوا مہرباں کوئی بھی کہیں ہے

کرتا ہے جو وہ عدل سے ذرہ نہیں باہر
گورے ہوں کہ کالے ہوں اُسے سب ہیں برابر

دیتا ہے جسے دیتا ہے وہ خوب سمجھکر
پاتا ہی اُسے اوروں سے اخلاق میں برتر

منظور نہ اللہ کو ہوگا اِنہیں رکھنا
ہو جائینگے تم سے بھی یہ اخلاق میں ادنےٰ

یعنی جو خدا نے اِنہیں اتنا ہے بڑھایا
اِس کا بھی سبب فہم میں کچھ آپکے آیا

ہی وصف جسے عیب ہیں سب آپ سمجھتے
یہ عیب ہی اُن کا ہے پسند آیا خدا کے

ترجیح ذوی القربیٰ ہے خود حکم خدا بھی
فطرت میں یہ انسان کی رکھا ہے خدا نے
موجود اگر ہم میں بھی یہ باہمی اُلفت
ناکارہ جو ہر قوم نہ ہم ہوتے فلک پر
خوبی ہے کوئی ان میں انہیں غضب سے لایا
ہے ہم میں کمی کوئی کہ ہم ہو گئے مغلوب
چھتری کا نہیں دل میں برہمن کے کچھ آدر
اشراف سمجھتے ہیں کہ ہم سے کوئی اعلیٰ
شودر کو سمجھتے ہیں کہ ہے خاک قدم کی
پیاسا ہے ہر اک ان میں سے ہر ایک کے خون کا
ہے چھوت سے انسان کے انسان فراری
ہندو ہے تو اُسکو ہے مسلمان سے نفرت
کوشش ہے یہ ہندو کی مسلمان نہ جاگے
ہیں فقر و جہالت میں گرفتار ہم اکثر
اوروں کی نہیں لیتے خبر ایک ذرا بھی
کہتا ہے اگر بھائی کرو میری اعانت
ہے کسکو غرض کوئی نہیں ساتھ نبھائے
اور۔ ہیں اسی زمرہ میں بھی بعض ایسے خرد مند
رشیوں کے وطن سے انہیں ڈشٹوں کو نکالو
ڈشٹوں کے نکل جانے کی امید اگر ہے
نکلیں گے یہ تم سے نہ کبھی دب کے رہیں گے

تعمیل کسی نے جو کی کیا اسمیں خطا کی
جانب کو شکم ہی کے جھکا کرتے ہیں گھٹنے
ہوتی۔ تو خدا چھینتا کیوں ہم سے حکومت
کیوں لانگھ کے غیر آتے یہاں سات سمندر
اور لا کے یہاں شرق کے ملکوں میں بسایا
ظاہر ہے کمی تم کو بتا دوں۔ جو ہو مطلوب
عورت کو سمجھتے ہیں ہم حیواں کے برابر
دنیا میں نہیں ہے تو فقط اللہ تعالےٰ
کرتے ہیں یہی قدر ہم انسان کے دم کی
ہے عارضہ ہم سب کو تعصب کے جنوں کا
پھر کس طرح سرسبز ہو یہ قوم ہماری
ہندو سے مسلماں کو نہیں ذرہ بھی الفت
نالاں ہے مسلمان کہ ہندو بڑھا آگے
جو بڑھ گئے آگے۔ ہے دماغ اُنکا فلک پر
وہ خیر مناتے ہیں فقط اپنے قح کی
کہتے ہیں کہ بولو نہ۔ بس ہم کو نہیں فرصت
کیوں رہ گئے پیچھے انہیں روکا تھا کسی نے
جلسوں میں کھڑے ہو کے کیا کرتے ہیں یہ پند
بکتے ہو یہ کیا لالہ ذرا ہوش سنبھالو
بیہودہ ہے اُمید۔ جنوں تم کو مگر ہے
ہاتھوں سے نکل کے نہ کسی ڈھب کے رہیں گے

کہتے ہیں کہ ساجھی ہو چہارم کے یہ مانا
بیٹھے رہو آرام سے کرنے دو ہمیں کام
ایک اور جنوں انکو ہوا پیدا زباں کا
جو چھ سو برس پہلے تھی اس ملک میں جاری
بی اے بنے ایم اے بنے پر ہوش کہاں ہے
یہ لہر سمندر کی ہے روکے نہیں رکتی
قدرت کا ہے یہ قاعدہ تاریخ کو دیکھو
باہر سے اُسے آکے بھلا کس نے بگاڑا
آتے ہیں تماشہ کیلئے نِت نئے ہر دم
تبدیل کا تغییر کا ہر شئے میں عمل ہے
یہ حال تو اُن کا ہی جو کچھ آگے بڑھے ہیں
جو پیچھے ہیں کہتے ہیں بھلا آگے تو بڑھ لو
تنکوں کے بہت ہونیسے رُکجاتا ہی پانی
گاڑی جو چلاؤ گے ہم اٹکائینگے روڑا
اِس حال میں امید ہے کیا قوم کی تم کو
پیچھے کو گھسیٹیں گے جو تم آگے بڑھوگے
جبتک کہ نہ ہوں قوم کے افراد برابر
جب تک کہ تعصب نہ نکالو گے دلوں سے
امید نہ رکھو کہ کوئی قوم بنے گی
غیروں کی شکایت ہی عبث - کرکے دکھاؤ

کوٹھے کے نہ کٹھلے کے مگر ہاتھ لگانا
پھٹ جائینگے دل لوگے اگر حصہ کا تم نام
کہتے ہیں کہ بولینگے بھرت کھنڈ کی بھاکا
جاتی رہی کیا - دوست مگر عقل تمہاری
بچوں کا نہیں کھیل ہی حضرت یہ زباں ہے
یاں سر کو جھکا دو کہ ہے تسلیم میں مُکتی
کیا ہو گیا بتلاؤ تو ویدوں کی زباں کو
خالہ کا نہیں گھر ہے یہ دنیا کا اکھاڑا
سُنوا کے ہر اک اپنی چلا جاتا ہے چھم چھم
اِک حال پہ دنیا میں نہیں رہتی کوئی شئے
بھوت اُنپہ تعصب کے حماقت کے چڑھے ہیں
زینہ پہ ترقی کے تم اک انچہ تو چڑھ لو
باقی نہیں رہتی ہے وہ پہلی سی روانی
پھُنسی ہیں دل قوم میں بنجائینگے پھوڑا
پیٹ اپنا بھرے جاؤ بس اٹے نیگ کی مت لو
ہوگا یہ نتیجہ کہ بڑھوگے نہ چڑھوگے
چھُوت اور تعصب کا نہ ہو ناش سراسر
نکلوگے نہ باہر کبھی ذلت کے بلوں سے
آپس میں فریقین کی ہاں خوب چھنیگی
گھر اپنا کرو ٹھیک تو پھر قوم بناؤ

زاہد خشک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاص کی نہ دلمیں جب بو کہیں بھی پائی　　زاہد کے دلمیں نفرت انسان کی سمائی
ہادیٔ دل نے اُسکو ترکیب یہ بتائی　　مسجد میں چھوڑ اپنا سجادۂ ریائی
جنگل میں بیٹھ جاکر اور دل کی کر صفائی

یہ سُن کے اُسنے بستر جنگل میں جا جمایا　　ہر طرح اپنے دل سے خطرات کو ہٹایا
کرکے بہت سی کوشش دلکو تھا کچھ لگایا　　آگے سے ایک عورت گزری بمثلِ سایا
جسکے چھڑوں کی چھن چھن کانوں میں اُسکے آئی

جو شکل کی تھی پیدا اُسوقت تک بہ مشکل　　برسوں کی محنتوں سے جو کچھ ہوا تھا حاصل
اک دم کے دم میں ہو کر فی الفور سب وہ زائل　　خلخال کی صدا سے بیچین ہو گیا دل
زاہد نے دلمیں ڈھونڈی تسکیں کہیں نہ پائی

واپس جب آئی عورت کی اُس سے یہ حکایت　　اور بیدھڑک زباں سے کر بیٹھا یہ شکایت
میرے لیئے تو ظالم تو بن گئی اک آفت　　محنت کئی برس کی ساری گئی اکارت
تیری نہیں خطا کچھ قسمت کی ہے بُرائی

زلفِ سیہ میں دلکو اُلجھا ہوا جو پایا　　باتوں میں ساتھ اُسکے لطف اِک عجیب آیا
کرکے بہانہ اُسنے یوں لطف کو بڑھایا　　رشتہ کو گفتگو کے لمبا بہت بنایا
گزری تھی اُسپہ جو کچھ وہ سب کی سب سنائی

عورت یہ بولی زاہد میری بھی سُن کہانی — میں وعدہ اِک جواں سے کر آئی تھی نہانی
جنگل کے درمیاں ہی ہو اِک جگہ فلانی — آگر کہوں گی تجھسے حال اپنا واں زبانی
جس وقت سامنے وہ مجکو دیا دکھائی

دوڑی میں اُسکی جانب بیہوش ایسی ہوکر — محو اُسمیں ہوگئی تھی گو یا خودی کو کھوکر
گر شیر ہوتا حائل ہاتھ اپنی جاں سے دھو کر — کرتی نہ خوف بالکل اُسکے لگاتی ٹھوکر
اور اِس سے آگے کہنا ٹھیریگی خودستائی

رہ رہ کے کیوں تعجب دلمیں مرے نہ آئے — شہوت کی مے مجھے تو بیہوش یوں بنائے
عشقِ خدا نہ تجھ میں تیری خودی مٹائے — اور یادِ حق نہ دل سے دنیا کو بھی بُھلائے
اچھا ہے فسق میرا؟ یا تیری پارسائی؟

قطعہ

ہے حروف زریں باخطِ جلی لکھا ہُوا!
خامۂ خورشید سے لوحِ زبرجد خام پر

"دولتِ روزہ پر اتنا ہے کیوں تجکو غرور
تجھ سے بھی بڑھ کے جو تھے ہیں وہ کہاں اے بیخبر

صبح کو دیکھا تو اُنکے سر پہ تھا تاجِ شہی
شام کو دیکھا تو تھا خشتِ لحد پر ان کا سر"

پیرِ مغاں

خواب کا ہی ذکر اک شب مجکو یہ آیا خیال
ایک بھی روزہ نہ رکھا اور نمازیں کیں قضا
جھوٹ اور سچ میں نہیں تمیز کرتا تو ذرا
صبر کی خصلت نہ تجھمیں اور نہ عادت شکر کی
پھر گیا آنکھوں میں میری نقطہ نقطہ لفظ لفظ
نقشبندِ وہم نے باندھکر اک باندھنو
خوف سے مُنہ ہوگیا زرد اور پسینہ آگیا
سر مُنڈایا اور اُسیدم کرکے پھر غسل و وضو
ٹخنہ سے شلوار اونچی پہنی۔ عمامہ بھی باندھ
دل کی جانب جو نگہ کی دیکھا اک گوشہ میں یہ
مغز کے بھی کاسۂ معکوس پر جب کی نظر
خود پسندی کا یہ عالم خود نمائی کا یہ زور
تہا بہت خوش دلمیں بس اب ہوگئی حاصل نجات
حور اور غلماں مری خدمتمیں حاضر ہونگے سب
مرحبا مجکو کہیں گے طائرانِ خلد سب
جب چلا جاتا اسی دُھن میں تو دیکھا موڑ پر
ناگنیں زلفوں کی ہیں لپٹی ہوتی گردِ کمر
دیکھا جب مجکو کھڑی ہوکر مقابل یہ کہا
بھیس کیوں بدلا ہی یہ اب کیا شرارت دلمیں ہے

عمر تُو نے مفت میں برباد کی پنجاہ سال
حج کو بھی بھولا ہُوا ہے ہی اگرچہ پاس مال
عیب چینی اور غیبت میں اگرچہ ہے کمال
فکر ہے مجکو کہ کیا ہوگا ترا آخر مآل
مُنذری نے لکھا جو ترہیب میں ہی بمثال
سامنے کی میرے جب استادہ تصویرِ وبال
کانپنے ڈر سے لگے سب تن کے اعضا و فصال
طاق سے لیکر حمائل لی گلے میں اپنے ڈال
جامع بلدہ کی جانب میں چلا آہستہ چال
جھانکتا تھا بچۂ موشِ رِیا سر کو نکال
تھا بخاراتِ تکبر کا ہجوم اُس میں کمال
آپے سے ہوتا تھا باہر اور تنی جاتی تھی کھال
مرغزارِ باغِ جنت کو کروں گا پائمال
آگے آگے ہوگا رضواں ایک رہبر کی مثال
ہوں گا میں اور کوثر و تسنیم کا آبِ زلال
ہے نمایاں اک پریرو سامنے مثلِ ہلال
برق سے رخشاں ہیں دنداں سیب کی مانند گال
کیوں جی مولانا کہاں کا عزم ہی کیا ہی خیال
مجکو تو پہچاننا بھی ہوگیا واللہ محال

چاہتے ہو پھانسنا کس کو؟ ڈرو اللہ سے
کہہ کے دھت اور پڑھکے لاحول آگے میں چلنے لگا
اِک نگہ کی مجھپہ ایسی ہوش سب رخصت ہوئے
دل سے استمداد کی دیکھا تو غائب ہیں حضور
ہو کے راضی بر قضا میں نے کہا فرمایئے
گرچہ میں تھا سر بسر پہلے بھی بندہ نفس کا
تیرے جادو کا تو میں اب بھی نہیں قائل مگر
ہاتھ پکڑا اُسنے میرا لے چلی پھر اپنے ساتھ
مسجدِ جامع کے پہلو میں ہے اِک میخانہ یاں
ہی ترا مقصودِ دل جو ہو گا حاصل وہ وہیں
نام ہے میرا ہدایت کام ہے اکثر یہی
میکدہ میں لے میں جاتی ہوں بلاتا ہی جسے
ہولیا میں ساتھ اسکے اور نہ مارا میں نے دم
اِک خرابے میں مجھے وہ لے گئی۔ جاکر کہا
میں نے دیکھا اک جماعت ہی وہاں بیٹھی ہوئی
بے دف و مطرب ہیں رقصاں سب کے سب مستانہ وار
ہار بیٹھے گرچہ رکھ کر داؤں پر دنیا تمام
سب کے سب تلخابہ آشام اور دُردی نوش ہیں
اِن ستاروں میں عیاں ہی ایک مثلِ آفتاب
آنکھ بھر کر دیکھنے کی تاب لا سکتا ہے کون
یہ مجھے فرمایا بھاگا پھرتا ہی عارف کہاں

صاف تم ہمکو بتاؤ کیوں بچھایا ہی یہ جال
ہنسکے کھولا اُس نے اپنا ترکش غنج و دلال
تکنے میں اُسکو لگا کرنا یقیں بُت کی مثال
ایسے موقع پر نہیں آتے نظر یہ پُر کمال
کیوں ہی مجھپر یہ عنایت کیوں ہی مجھسے یہ سوال
پر نہ غالب آئے تھے مجھپر کبھی حُسن و جمال
جانتا ہوں ہے یہی مرضیٔ ربِ بیہمال
اور کہا خاموش ہو بس اب نہ کرنا قیل و قال
آج وارد ہیں وہاں پیرِ مغانِ باکمال
راہ ہی تیری غلط برعکس ہے کُل تیری چال
حکم جسکے واسطے آیا لیا اُسکو سنبھال
کرتی ہوں تعمیل جو ارشاد کرتا ہے کلال
فی المثل میں تھا گلِ نم اور وہ دستِ کُلال
دیکھ تو اب کھولکر آنکھیں یہاں کا کیا ہی حال
ہیں زبانیں بند لیکن دل ہیں پُر ذکر و مقال
بے میٔ و جام و صراحی آنکھیں ہیں نشہ میں لال
چھو نہیں اُنکو گیا ہرگز مگر رنج و ملال
ہے حرام اُنپر جو باقی مومنوں کو ہی حلال
بر میں تشریفِ تقدس سر پہ ہے تاجِ جلال
گوشۂ چشمِ عنایت سے وہ کرتا ہے نہال
بیٹھ آکر ہے جگہ تیری یہاں صفِ نعال

یادِ حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کب تلک آخر تلاشِ آب و ناں　　تا بکے محوِ خد و خالِ بتاں
چھوڑ فخرِ علم و ذکرِ خانداں　　بگذر اے غافل ز فکرِ این و آں
یادِ حق کن تا بمانی جاوداں

کب تلک اُلٹے گا کاغذ کے ورق　　کب تلک لیگا کتابوں سے سبق
پردۂ اوہام کر اِک بار شق　　تا فراموشت بگردد غیرِ حق
در حقیقت ہستیٔ دیگر مداں

مغز معنے کیلئے ہیں لفظ پوست　　کہہ زباں سے اوست اپنی یا از وست
پر نہ بھولا دل سے اِکدم یادِ دوست　　چوں فراموشت شد آنچہ دون دوست
ذاکری گرچہ بجنبانی زباں

ہے نہ حائل کوئی دریا یا ندی　　اور نہ کچھ درکار ہیں قرن و صدی
ہے حجابِ راہ حق تیری خودی　　چوں زخود وز یاد خود فارغ شدی
در کمالِ ذاتِ او گردی نہاں

لوحِ دل محو ہوں سب واردات　　کالعدم ہو جائیں فوراً خاطرات
فرطِ حیرت سے نہ نکلے مُنہ سے بات　　بگذری از ذکرِ اسما و صفات
چوں شود مذکور جانت را عیاں

بند ہو جائے حواسوں کا جرس گر پڑے تھک کر تخیل کا فرس
ٹوٹ جائے یہ تعین کا قفس والہ و مدہوش گردی در نفس
در جمالِ لایزال بے نشاں

کیسی ہی سرزد ہو انساں سے خطا بخش سب دیتا ہے اکدم میں خدا
شرک کا لیکن تصور بھی بُرا یاد نا ید ہیچگونہ حق ترا
تا تو یاد آری زجاہ جنانماں

یاد حق کا ہوگا جس بندہ میں گُن اُسکو لیگا حق کروڑوں میں سے چُن
یاد رکھ عارف عراقی کا سخن اے عراقی یادِ غیرِ حق مکن
تا مگر یادت کند با دیگراں

امیدِ مغفرت

ریش پر برسی ہے برف اب وقت ہشیاری کا ہے صبح صادق ہوگئی اُٹھ وقت بیداری کا ہے
خشک بے آبی سے ہوتی جاتی ہے کشتِ عمل بے خبر دہقان۔ موقع گریہ و زاری کا ہے
قافلہ تیار ہے۔ ہے اک جرس بجنے کی دیر پر نہ تیرے پاس کاغذ کوئی راہداری کا ہے
ہونگے مجرم سب سے پہلے پیش حق کے سامنے فخر اس امید پر ہم کو سیہ کاری کا ہے
خوب ہے معلوم عارف جو وہاں ہوگا سلوک
ہے بھروسہ کچھ اگر تو تیری غفاری کا ہے

تضمین وفد انصاری

کرے گی شکر کیا اُسکا زباں انسانکی بیچاری | مگر ہے فرض بندہ کا رہے ذکر خدا جاری
جبیں کو خاک پر رکھکر بصد عجز و بصد زاری | ادا کرتے ہیں ہم شکر جناب حضرتِ باری

کہ آئے خیریت سے ممبرانِ وفد انصاری

سُنی آہ یتیماں اور طیاری میں عجلت کی | نہ آسایش کی کی پروا نہ زر کی اور نہ شہرت کی
سمندر پار کرکے - غازیانِ دیں کی نصرت کی | ہزاروں کوس جاکر بھائیونکی اپنے خدمت کی

یہی تھا درد اسلامی یہی تھی رسم غمخواری

مناظر خوفناک ایسے کہ ہلتے رستموں کے دل | مجاہد تنگ دست ایسے کہ عاقل اُنکے پا در گل
مصیبت برف و باراں کی رسد کی روز کی مشکل | فراق ملک و ترک خانماں و دوریِ منزل

خدا کے فضل سے تم نے یہ کڑیاں جھیل لیں ساری

تمہارے سدِّ راہ اُسوقت سب آل و اعزا تھے | تمہارے روکنے کو مستعد سارے احبا تھے
تمہارے دامنوں کو کھینچتے معصوم بابا تھے | تمہارے روکنے کیواسطے ہنگامہ آرا تھے

صدائے نالہ ہائے درد جوشِ گریہ و زاری

لگی جذبات انسانی میں تھی ظاہر نہاں بازی | ہر اک کو اتوعا تھا. کون لے جاتا ہی ہاں بازی
لپٹ کر آہ نے گیسو میں کی نیرو لماں بازی | نگاہِ حسرت آلودِ عزیزاں کی ستاں بازی

فغانِ سینہ ریشانِ محبت کی شرر باری

کسی نے دامن اپنا اشک خونیں سے کیا رنگیں | جبینِ پُر غضب پر دو کسی کے تھی نمایاں چیں
کسی نے جو نہ رُک سکتا تھا کچھ مُنہ زوریاں بھی کیں | مگر اک جذبۂ اسلام نے سب کو شکستیں دیں

کہ سب کو چھوڑکر پہنچے وہاں - باایں گرانباری

جو سچ پوچھو تو تم مشکور تھے واں اور شاکر بھی   جو سچ پوچھو تو تم منظور تھے واں اور ناظر بھی
سیاست کی بساطِ دلکشا کے تم تھے شاطر بھی   جو سچ پوچھو تو تم انصار تھے واں اور مہاجر بھی
کہ ہجرت کر کے نصرت کی۔ پئے خوشنودیٔ باری

کسی عابد کو تم سی یہ عبادت مل نہیں سکتی   کسی زاہد کو تم سی یہ ریاضت مل نہیں سکتی
کسی صوفی کو تم سی استقامت مل نہیں سکتی   کسی کو خواب میں بھی یہ سعادت مل نہیں سکتی
مریضوں کیلئے وہ آپ کی راتوں کی بیداری

مصائب جھیل کر تم نے بصد محنت ہی کروائی   ہماری۔ اُن ہمارے بھائیوں سے کچھ شناسائی
قدم رکھو ہمارے سر پہ با صد ناز و رعنائی   جو سچ پوچھو تو زیبا ہے تمہیں دعوائے آقائی
کہ تم نے کی ہے ترکانِ مجاہد کی پرستاری

کریں ہم غازیوں کی اب اعانت جسقدر کم ہو   مدد دے کر بڑھائیں اُنکی ہمت جسقدر۔ کم ہو
کریں ہم سب تمہاری مل کے خدمت جسقدر کم ہو   تمہارا ناز اُٹھائیں اہلِ ملّت جسقدر۔ کم ہے
کہ تم نے غازیانِ دین کی کی ناز برداری

تمہاری آنکھ میں بے وقر یوں سہراب و رستم ہیں   کہ دیکھ آئے ہو تم آنکھوں سے کیا ترکوں کے دم خم ہیں
تمہاری آنکھ میں بے آب یوں قطراتِ شبنم ہیں   تمہارے سامنے عقدِ گہر یوں ہیچ سے کم ہیں
کہ دیکھ آئے ہو تم ترکی یتیموں کی گہرباری

تمہیں کچھ بزدلوں کی عقل کی خامی کو سمجھو گے   تمہیں کچھ دودیوں کی شانِ بدنامی کو سمجھو گے
تمہیں دشمن کو اپنے اور تمہیں حامی کو سمجھو گے   تمہیں کچھ جاں نوازیہائے اسلامی کو سمجھو گے
کہ دیکھ آئے ہو تم نصرانیوں کا طرزِ خونخواری

نہ دردِ دل ہے باقی اور نہ کچھ زورِ زباں باقی   فقط اسلام کی میت پہ ہیں کچھ نوحہ خواں باقی
رہے ایثار اسلامی کے آثار اب کہاں باقی   نہیں ہے سوزِ اسلامی کا گو نام و نشاں باقی
تمہارے دل میں ہیں کچھ درد کی چنگاریاں باقی

سواحلِ اور سمندر کوہ اور ہامون بھی دیکھے ہیں
مناظر دلفریب اور ملک گوناگوں بھی دیکھے ہیں
نشانِ اوجِ ترکاں گنبد اور ستوں بھی دیکھے ہیں
مسلمانوں کے تم نے طالعِ واژوں بھی دیکھے ہیں
نئے سب انقلابِ گردشِ گردوں بھی دیکھے ہیں

رعایا جارج پنجم کے کہیں امن و اماں والے
شکستہ دست و پا نالے مگر لمبی زباں والے
شریکِ نصفِ دنیا یعنی برطانی نشاں والے
تمہارا درد دل سمجھینگے کیا ہندوستاں والے
کہ تم نے وہ مظالم ہائے رند افزوں بھی دیکھے ہیں

شہیدوں کے بھی دیکھے تو وہ ہائے جانگزا تم نے
ٹٹولے غازیوں کے سینہ ہائے جانگزا تم نے
بہت سے نگھی ہے ہوئے لاشہ ہائے جانگزا تم نے
یتیموں کے سُنے ہیں نالہ ہائے جانگزا تم نے
زنانِ بے نوا کے چہرہ محزوں بھی دیکھے ہیں

جریحِ تشنہ کو تلوار کا پانی پلا دینا
بلکتے بچے کو گولی کا تر لقمہ کھلا دینا
بُلانا باپ کو۔ دختر کی بے شرمی دکھا دینا
گھروں کو لوٹنے کے بعد زندوں کو جلا دینا
نئی تہذیب کے تم نے نئے قانوں بھی دیکھے ہیں

لٹیروں اور سفاکوں کی بے رحمی و آزادی
جلائے بِن نہیں چھوڑی جنہوں نے کوئی آبادی
اُتارا گھاٹ گولی کے جو آیا کوئی فریادی
مسلمانوں کا قتلِ عام اور ترکوں کی بربادی
نتائج ہائے تعلیم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھی دیکھے ہیں

تمہیں نے معجزے۔ کرکے عملِ بالید دکھائے ہیں
تمہیں نے عضوِ مُردہ۔ ہاتھ سے چھو کر جلائے ہیں
تمہیں نے گندے گندے زخم دھوئے اور دُھلائے ہیں
تمہیں نے غازیوں کے زخم پر ٹانکے لگائے ہیں
شہیدانِ مکرم کے کفن پُر خوں بھی دیکھے ہیں

مصائب ضبطِ غم کے کیوں تمہاری جان سہتی ہے
یہ جوئے اشک صبح شام کیوں آنکھوں سے بہتی ہے
جو سچی بات ہے وہ بھی کبھی پوشیدہ رہتی ہے؟
تمہاری چشمِ عبرت گیر خود ہم سے یہ کہتی ہے
شہیدانِ مکرم کے کفن پُر خوں بھی دیکھے ہیں

تمہیں معلوم ہے۔ جو جو مصائب جھیل کر جاں پر ۔۔۔ لڑے دلدادگانِ دین۔ قرباں اُنکے ایماں پر

لہو کی ندیاں دیکھی ہیں تم نے کوہ و میداں پر ۔۔۔ لہو کی چادریں دیکھی ہیں رخسارِ شہیداں پر

زمیں پر پارہ ہائے سینۂ پُرخوں بھی دیکھے ہیں

شکم خالی برہنہ سر بُری حالت تھی خستاں کی ۔۔۔ نہایت سختی سرما مصیبت اُسپہ باراں کی

تمہیں خود تجربہ ہے کیا تھی حالت جسم لرزاں کی ۔۔۔ بہار آرائیاں دیکھی ہیں تم نے چشم گریاں کی

شہیدانِ وغا کے عارض گلگوں بھی دیکھے ہیں

یہاں تو جو کوئی ہے۔ ہے وہ قیدی چاہِ ذلت کا ۔۔۔ اگر ہے یا ہیں کھانیکو۔ تو بندہ عیش و عشرت کا

نشاں ذرہ نہیں دل میں کچھ اسلامی حرارت کا ۔۔۔ تمہیں سے کچھ پتا ملتا ہے شیدایانِ ملت کا

کہ تم نے شاہدِ اسلام کے مفتوں بھی دیکھے ہیں

رموزِ فرطِ ناکامی کوئی سمجھا تو تم سمجھے ۔۔۔ وجوہِ شورِ بدنامی کوئی سمجھا تو تم سمجھے

نسق اور نظم کی خامی کوئی سمجھا تو تم سمجھے ۔۔۔ جنونِ جوششِ اسلامی کوئی سمجھا تو تم سمجھے

کہ تم نے لیلیٰ اسلام کے مجنوں بھی دیکھے ہیں

یہ ممکن ہے کہ ہوں ایک۔ اہلِ استنبول و آفاقی؟ ۔۔۔ کبھی چھوڑینگے دل سے بھی عرب و ترک ناچاقی؟

امیروں کے رہینگے کیا یہی حالات اخلاقی؟ ۔۔۔ سہارا ہے اگر امید کا اب بھی کوئی باقی

تو تم نے وہ رموزِ قوتِ مکنوں بھی دیکھے ہیں

عجب کیا ہے! حمیت کا اگر چشمہ اُبل آئے ۔۔۔ عجب کیا شوکتِ مرحوم کا نعم البدل آئے

عجب کیا ہے! کوئی فاروق ہم میں پھر نکل آئے ۔۔۔ عجب کیا ہے! کہ بیڑا غرق ہو کر پھر اُچھل آئے

کہ ہم نے انقلابِ چرخ گرووں یوں بھی دیکھے ہیں

کوئی بھی بات عاجز کی اگر جاتی ہے وہاں مانی ۔۔۔ پہنچتی ہے اگر وہاں تک صدائے آہِ انسانی

اگر ریشِ سفیدِ پیمہ پر ہے فضلِ ربانی ۔۔۔ دعائے کہنہ سالاں ہے اگر مقبولِ یزدانی

تو اب دستِ دعا ہے اور یہ شبلی نعمانی

خدا خود میر ساماں ہی ہر اک بے برگ و ساماں کا!

ماکولات

ہوا کا اُٹھکے طوفاں بادلونکو گھیر لاتا ہے
زمیں کو آبِ شیریں ابر کا سقا پلاتا ہے
قوائے نامیہ کا زور دانہ کو بڑھاتا ہے
حرارت کے اثر سے آفتاب اُسکو پکاتا ہے
تجھے ہے فکر کیوں عارف خدا خود میر ساماں ہے

ملبوسات

کیا اک چوب سے ظاہر ملائم روئی کا دوڑا
لپیٹا گرد اسی کے بہت باریک اک ریشا
کہیں پشتِ بزِ کوہی پہ پشمینہ کیا پیدا
شکم سے کرم نا شے کے نکالا تار ریشم کا
تجھے ہے فکر کیوں عارف خدا خود میر ساماں ہے

مشروبات

ذخیرہ شہد شیریں کا مگس کے نیش کے نیچے
زمیں اور کوہ میں دوڑائے شیریں آب کے چشمے
مبدّل خون کو شیرِ سفید و صاف میں کرکے
مہیا نعمتیں کردی ہیں کیا کیا اپنی حکمت سے
تجھے ہے فکر کیوں عارف خدا خود میر ساماں ہے

ضروریات وغیر ضروریات

رکھی چقماق کے اندر امانت آتشِ سوزاں
طبق ہیں کوئیلے کے ہر جگہ زیرِ زمیں پنہاں
بنا الماس بھی اِس کوئلہ سے عقل ہی حیراں
غنی ہے ذات اُسکی ہیں یہ سب تیرے لیئے ساماں
تجھے ہے فکر کیوں عارف خدا خود میر ساماں ہے

عروس دنیا

کرتا تھا لیٹا ہوا میں بستر آرام پر
چند مشکل مسائل پر حکیمانہ نظر

تھی بقائے روح کی بحث ایکدم زیر سوال
اور عذاب حشر کا دل میں گزرتا تھا خطر

پھر اُسی دم فکر میں تقدیر اور تدبیر کے
اختیار و جبر کے شبہات کا کھلتا تھا در

دل سے پوچھا میں نے یہ دُنیا ہی حادث یا قدیم
کیونکہ اُسپر ہی حلِ کل مسائل منحصر

روح حافظ سامنے آئی وہیں مجھ سے کہا
ہو گیا ہے خبط تجکو دیکھ اے عارف ادہر

حکمت و منطق سے حل ہوتے نہیں یہ مسئلے
خواب کر آرام سے ہرگز نہ ان کا فکر کر

پند یہ پیرِ مغاں کی سُنکے تم کرنا یقیں
ہو گئے افکار میرے دل کے سب ہی منتشر

مجھپہ نازل ہو گئی اُسدم وہیں روح القدس
اد لگی کرنے ہوا۔ پھیلا کے اپنے بال و پر

سو گیا جب دیکھتا کیا ہوں کہ میرے سامنے
ایک دوشیزہ کھڑی ہے حُسن میں رشکِ قمر

چودہ یا پندرہ کا سن اور قد میں اک سرو سہی
جھونکے سے بادِ صبا کے بھی لچکتی تھی کمر

میں نے پوچھا آفتِ ایماں تیرا ہے نام کیا
اور ترا کیونکر ہوا سچ تو بتا اِس جا گزر

ق

شک مجھے تھا پہلے یہ اُسکے دہن شاید نہیں
جب کہ بولی مُنہ سے وہ جاتا رہا وہ شک مگر

یہ کہا دنیا ہے میرا نام شیدا ہے مرا
ہر کس و ناکس۔ تجھے اب تک نہیں غافل خبر

میں نے پوچھا تیرے تو شوہر کروڑوں ہو چکے
حُسن تیرا کس طرح ہے برقرار و مستمر

وجہ کیا ہے؟ کسطرح دوشیزہ تو ابتک رہی
کیوں نہیں تجھپر ہوا کچھ کتخدائی کا اثر

بولی وہ چپکے سے مُنہ کو لاکے میرے کان پاس
پھٹ گیا بوئے دہن سے اُسکے میرا مغز سر

عاقلانہ بیشک و شُبہ ہے یہ تیرا سوال
میں بتاتی ہوں تجھے گو راز ہے یہ مُستتر

آچکی ہوں عقد میں لاکھوں کے میں اسوقت تک
پر نہیں قادر ہوا مجھپر کوئی فردِ بشر

تھے مرے طالب جو اِن میں سب کے سب نامرد تھے
مرد تھے اُن میں سے جو وہ مجھسے کرتے تھے حذر

جس نے میرے حسن و غمزہ پر نہ کی مُڑ کر نگہ
راز سربستہ گئے کھل فوراً اُسکے قلب پر

ترجمہ منظوم آیۃ الکرسی

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا
نَوْمٌ ۭ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ
عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۭ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا
یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

پاک ذات اللہ کی ہے۔ ہرگز نہیں اُسکے سوا / مستحقِ معبودیت کا اس جہاں میں دوسرا
زندہ ہے۔ رکھتا وہی ہے سارے عالم کی سنبھال / اونگھ آئے۔ نیند آئے پاس اُسکے کیا مجال
جو زمین آسماں میں ہے وہ سب اُس کا ہی ہے / حکم سے باہر نہیں اُسکے کوئی امر اور شے
یہ نہیں قدرت کسی کی بھی بجز ارشاد کے / اُس جناب پاک برتر میں سفارش کر سکے
ہو چکا یا ہو رہا ہے یا کہ جو ہو گا کبھی / جانتا ہے وہ حقیقت ہو بہو ہر ایک کی
علم کل حاصل ہو اُسکا۔ یہ نہیں ممکن مگر / خود وہ بخشے چاہے جسکو اور چاہے جسقدر
اُسکے زیر حکم ہیں سب آسماں ساری زمیں / اور گراں ہے اُسکو حفاظت اُنکی ذرہ بھر نہیں
صاحب عظمت ہے وہ اور شان میں عالی ہے وہ / صاحب قدرت ہے وہ اور ملک کا والی ہے وہ

ترجمہ دیگر آیات

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ
کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ۭ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۝

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ
اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا
فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ
فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۚ
يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۝ (نور رکوع ۶)

تو نے اِس پر نہیں کیا کچھ غور ۔ (تجھکو عبرت دلائیں کس کس طور)
آسمان و زمیں میں جو ہے شئے ۔ تسبیح اللہ کی اپنے پڑھتی ہے
ہیں ہوا میں پرند جو پرّاں ۔ تر ہے اُنکی بھی ذکر حق سے زباں
اپنی تسبیح سے ہیں سب واقف ۔ اُنکے افعال سے ہے رب واقف
ہے زمین آسمان کا وہ مالک ۔ اور ہے کل جہاں کا وہ مالک
لوٹ کر جائینگے اُسی کے پاس ۔ (اور ہے عفو کی اُسی سے آس)
کیا نہیں تو نے یہ کہیں دیکھا ۔ بادلوں کا دُھواں نہیں دیکھا
ہانک کر ابخروں کو لاتا ہے ۔ جمع کرکے گھٹا بناتا ہے
پانی اُن بادلوں سے برسا کر ۔ خاک تشنہ کے کرتا ہے لب تر
لاتا ہے پھر پہاڑ سے وہ گھٹا ۔ جس میں ہوتا ہے ڈھیر اولوں کا
فصل استادہ کو لٹاتا ہے ۔ چاہے جسکو مگر بچاتا ہے
برق کی روشنی کو دی وہ چمک ۔ نور آنکھوں کا لیتی ہے جو اُچک
کرتا ہے دن کو رات ۔ رات کو دن ۔ اُس سے بڑھکر بھی ہے کوئی محسن
جن کو کچھ بھی سمجھ جنہیں ہو سُرت ۔ واسطے اُنکے اِسمیں ہے عبرت

تمت بالخیر

قطعہ مصنف کتاب

دستِ پیری سے جس نے نالاں ہو کے پایا اک کمال
جس کے ساتھ اس نے نسخۂ ابر بلی کی تخمین

کون ہو گا وہ جسے ہمراہ سرگرداں ہمیشہ ہو
پیچ فلاطیس کی اکثر نے دی تحسین

چیرا سینہ ہے کہ یہ افلاس کی اکثر نے کی تحسین
وصف اس کا سکھ ہے نثار

کیا سبی ناں ان چون پہ اس سال مرگ وہ بیکاں نہیں
بیچ تاریخ
سے ہیں مہر صبح کو جو

کمترین احقر العالمین فقیر محمد الدین عفی عنہ
دہلی ۲۰ رجب ۱۳۳۲ھ